

# بڑی طرح

طاهرہ نے کار ریکارڈ کیا۔ اس کا فاصلہ مشکل قام دس گز رہا ہوا۔  
ٹکنی تھی۔ ابھی پچاس میل کا سفر اپنی  
دوسری کار میں جا گیا۔ اس نے سلیمنگ سے ہاتھ پہنچا  
کر دوعلاء اور اس سے ہو لے ہو لے اپنی پیشانی رکھنے لگی۔  
اوے طولی ڈائیونگ کا خطہ تھا۔ تاریعام سے نصیر کا کافال  
ایک سو بیس میل سے کرسی طرح کم نہ رہا ہوا لیکن وہ آج ہی نصیر کا  
ستاریاں گئیں۔ اس کی دلیل ہی بھی ہو گئی تھی۔ اس  
وقت دن کے تین بجے تھے اس نے دوپہر کا ہانا ابھی تک نہیں  
کھلایا تھا۔ ملکہ کھانے کی باسکٹ پھل نشست پر رکھی ہوئی تھی۔  
لیکن بیوک کے باوجود بھی کھانے کی خواہ نہیں تھی اس نے پھلوں  
کی توکری سے لیک کیا۔ انکا اور اس کا چکلا کا اتار نے لگی پھر چکلا  
کوڑکی سے جاہر چینی کیا۔ تھیک اسی وقت ایک تیز رفتار کار برابرے  
گزندی لیکن دوسرے ہی لمحے... پر ٹکوں کی چڑپہ اہبہ کے ساتھ اُنکے

کریں۔

ٹکنے کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ کل سکا۔ وہ پھلوں کی۔

ٹکری اٹھائے ہو گئے اپنی کار کی طرف جا رہا تھا۔

ٹاہرہ پھر کھڑکی سے سر نکال کر باہر دیکھنے لگی۔

وہ اپنی کار میں بیٹھ چکا تھا۔ کار اسٹارٹ ہوئی اور ہوا

سے باتیں کرنے لگی۔

ٹاہرہ کی سراسی میں دوڑ ہوئے میں دیر نہیں تھی۔ اُسے اُس

کی جسمات پر سیرت تھی۔ اس کے پیسے یہ پہلا اتفاق خواہ پہلی نہیں تھی جو ایک موکے ہاتھوں نسبیت بُوقتی تھی، وہ ابھی تک تو

وہ خود ہی دوسروں پر چھائی رہی تھی۔ اس کے ہم جماعت ٹلبائیں

شریروں سے شریروں لا کا بھی اس سے گفتگو کرتے وقت ہٹکانے لگتے

تھا۔ یہ اسے پھلوں کے اس ڈاکو پر غصہ آگیا اور اس نے

بھی اپنی کار اسٹارٹ کر دی۔

وہ سوچ رہی تھی کہ اسے اُس کے ساتھ کیا ہر تاد رکنا چاہیے۔

کامکی رفتار خاصی تیز تھی۔ اس نوجوان کی آنکھوں میں ناچتی ہوتی

غیرات اُسے بار بار یاد آرہی تھی اور ہر بار اس کے ہونٹ نفت

سے سکر جاتے۔

خود اپنے کائیج میں وہ بہڑوالی بہڈاتی تھی اور اچھے اس

سے گبر، تشقی، غلیظ قسم کے لڑکوں ہیں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ

اس پر آوازے کئے کارا دہ بھی کر سکتے۔ اس کے ہم جماعت لڑکوں

کا خیال تھا کہ وہ خوب صورت ضرور ہے لیکن اس میں یہ عورت پی

ہی نام میں نہیں تھی۔ نصیر آباد کے ایک دولت منہمانے سے

اس کا تعلق تھا۔ ڈائیونگ کا شرق جنون کی حد تک رکھتی تھی ہو تو

اس میں خاصی مشائق بھی تھی۔ اس نے تھیک کر لیا کہ اگر موقع میں

سکا تو وہ اس کی کار کو سامنہ ضرور رکھے گی۔

وہ آہستہ آہستہ کار کی رفتار تیز کریں رہی اور آخر کار اس پر ٹیکے

کی کار کو جاہی لیدا۔ شرک سنسان پڑی تھی اور وہ اتنی گٹھادی تھی کہ

اس پڑیں کاریں برابر سے پہ آسانی چل سکتی تھیں۔ ٹاہرہ کی کار،

دوسری کا۔ کے برابر دوڑنے لگی لیکن اسے سامنہ مارنے کا موقع

ذہل سکا۔ حالانکہ کئی بار ایسا ہوا کہ دونوں کا درمیانی فاصلہ ایک

فٹ سے بھی کم رہ گیا تک روہ نصیر کافی چنان معلوم ہوتا تھا۔

کیا ارادے ہیں جناب؟ اس نے ٹاہرہ کو مخالف کیا۔ یہ

خود کا چکڑا نہیں ہے:

ٹاہرہ کوچھ نہ بولی...

اس نے ایک بار بھی ساندھ نے کو کاشش کی لیکن وہ صاف

قمرت سمجھوں گا:

بچا لے گی۔

”تمجیہ ہے آپ مجھے خواہ مخواہ تپیڑہ ہیں۔ میں آپ کے وہ  
صاحب سے شکایت کر دوں گا۔“ پھلوں کا لشیا بولا۔

ٹاہرہ اس پر بھی کچھ نہ بولی۔ دراصل اس کا ذہن پر اگنہہ زر

گیا تھا۔ کچھ سمجھے ہیں ہی نہیں اور اس تھا کہ اس کے کیا کرنا چاہیے۔ اس

نے اپنا خود بڑھانے کے لیے اپنے چند پچھلے کانے سے یاد کیے لیکن

اس سے بھی کامنہ چلا۔ پھر اسے خود پر غصہ آگیا اور وہ اپنی کا

آگے نکال لے گئی۔ یہرے کے قبیلے نے غصے کی آگ اور تین کردوں

اس کا دل چاہہ سراخا کہ اپنی بُوقتیں نجیق ڈالے اس وقت اس کے

غور کو حقیقی حسن میں خسیں لگی تھی۔ اب وہ اس کو شش میں تھی

کہ چپ پا پنکھلے نکل ہی جائے لیکن مخودی ہی دیر میں نصیر کے کار

اس کی کار کے پر اپر پہنچ گئی۔

شٹ آپ؟ ٹاہرہ جلت پھاڑ کر تپیڑی جس کا تیہجیر ہوا کر دے

چند نئے کھانتی رہی۔

کیا پس کی جلیاں پیش کر دوں؟ نصیر نے اسے چیڑا۔

”تم کہنے ہو؟“ ٹاہرہ نے جملے کو نہیں لے لیجے تھے میں کہا۔

”غیر ہے کہ آپ بے تکلف تو ہوئیں؟“ نصیر نے بے تکان

جوab دیا۔

ٹاہرہ اپنا چلپا ہونٹ دانتوں میں دباتے ڈائیونگ کرتے ہیں۔

اس کی نظر سامنے تھی اور ذہن نہیں اُڑ رہا تھا۔

”اپ کا تھرماں خالی نہیں ہو گا؟“ نصیر نے پھر اسے اپنی طرف

ستوجہ کرنے کی کوشش کر دی۔ اس میں چائے یا کافی ضرور ہوئی اور یہ

بھی ملن ہے کہ نصیر کی کاک ٹیل ہوئے۔

”خاموش رہو گا۔“ ٹاہرہ پٹ پٹ پڑی ہوئیں لفٹوں کو منہ لگا ہائے

ہیں کرتی:

”اچھی بات ہے میں نے کہا ہیں آپ کے لیے کوئی تریف

آدمیتیا کرنے کی کوشش کر دیں گا؟“

شٹ آپ؟

”کیا چیز ہوتی ہے محترمہ میں انگریزی نہیں سمجھتا۔

سو...“ ٹاہرہ زیریں بڑھا کر پھر خاموش ہو گئی۔

دونوں کاریں اب بھی برابر برابر دوڑ رہی تھیں۔

”لفٹے کی جوک اور پیاس محسوس کرتے ہیں؟“ نوجوان بورا۔

”لہذا اگر آپ کا تھرماں میرے کام نہ اسکا تو میں خود کو انتہائی

قمرت سمجھوں گا۔“



کوئی چونکہ بنام ہے اس لیے بہت کم فورست اُدھر کا رُخ کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے ایک مخصوص جھنکے کے علاوہ اور ہر جملہ امن رہتا ہے مگر شاید اس بار پھر کسی کی شاملت آئی ہے۔

”یعنی...“

”اس بار پھر وہ آسیب زدہ حفظہ کرائے پڑا تھا یا ہے: میرا خیال ہے کہ تمہارے چپا سے سرکاری طور پر اس کے لیے جواب طلب کیا جائے گا، یعنی مددات سے باخبر ہوئے ہوئے بھی انضول نے اسے کرانے پڑا تھا؟“

”جواب طلب ہونے کی صورت میں وہ قطعی تری اللہ مر ہوں گے کیوں کہ یہ حفظہ اُسی ذمیٰ ایس۔ پی کے ایسا پر دیا گیا ہے جو حداثے کے وقت وہاں موجود تھا:“

”تب تو معاملہ گو ڈبڑو علم ہوتا ہے۔ کوئی سرٹاکر بولا۔“

”مجھے خود بھی حیرت ہے:“

”ہو سکتا ہے کہ ذمیٰ ایس۔ پی سُٹی سے اس کی دشمنی ہو چکے وہ حفظہ کرائے پر دلوایا گیا ہے:“ اُسی سرپر کو وہ سریم بالا کے لیے بناۓ ہو گئیں۔ سریم بالا کی شاہاب پہاڑیاں نصیر آباد سے دس نیل دُور شمال کی جانب مقعدهیں بین آبادی کا شدید نصیر آباد ہی کی آبادی میں ہوتا تھا۔ گرمیوں کی شروعات تھی اس لیے سریم بالا کی پہاڑیاں پہلے سے زیادہ آباد ہو گئی تھیں۔ ترددی کی شہروں کے فورست کا فی بڑی تعداد میں یہاں آئے تھے۔ ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو پُرا سیزنا یہیں گزارا چاہتے تھے۔ بہر حال یہاں تفریحات کا زمانہ تھا۔ ناش کلب اور ہوش دلن رات آباد رہتے تھے۔

”اتفاقی ہو ٹوکوں میں جگہ نہیں رہ گئی تھی اور کرائے پُرانے والی عمارتوں کا یہاں تھا کہ کافی کوئی بیسی بنانا عمارات کے بھی وہ جھنکے قریب قریب آباد ہی ہو گئے تھے جن پر آسیب کا اثر نہیں تھا۔“

”کوئی نصیر آباد کے ایک متول خاندان کی ملکیت تھی اور اس کے متعلق کمی کشتوں سے پُراسار واقعات سنئے جا رہے تھے۔ اسی خاندان کے کئی افراد اُسی کوئی بیسی پُراسار حالات میں ہوت کاشکار ہو چکے تھے۔ گیارہویں زیستی کی داستانیں ان اطاف میں کام قیم۔ طاہرہ بھی اُسی خاندان کی ایک فریقی۔ ایک گھنٹے کے اندر ہی اندر وہ دونوں سریم بالا ہیچ کیں۔“

”مگر کوئی:“ طاہرہ نے کہا۔ ہم ان کی تلاش کہاں سے شروع کریں؟“

”کیا یہ بھی ہے کہ ہمیشہ گیرا قاتم اور گیا عنیے دات ہی ووہ حداثت پیش آئے تھے:“

”ہاں یہ بھی حقیقت ہی ہے۔ اس کے آخری شکار کو زیادہ حصہ نہیں گوڑا صرف دیوڑہ ماہ پہلے کی بات ہے:“

”آخر دہ تلوی زینے پر چڑھاہی کبوں تھا؟ کوئی لیا نے پوچھا۔“

”محض بہت کرنے کے لیے وہ سب کچھ داہم مقام ہم بہاں موبود تھے۔ جیسے ہی کلاک نے گیارہ بجائے وہ زیوں پر پڑھتا چلا گیا پھر وہ گیارہ والی زینے تھا جس پر قدم رکھتے ہی ایسا معلوم ہوا۔“

”جیسے کہی نے اسے اچھاں دیا۔ وہ سر کے بل نیچے آیا اور میں چار منٹ کے اندر ہی اندر ترپ کر رہو گیا۔“

”مچھے حلوم ہے تمہارے چپا نے اس مات شاید ذمیٰ۔ ایس۔“

”پی سُٹی کو بھی وہاں مدعو کیا تھا؟“

”یقیناً اس کے علاوہ اور پھر کیا کرتے۔ وہ ہمدا نیا پر چھڑھا۔“

”شاید تم نے بھی اسے دیکھا ہو۔ جو ان آدمی تھا۔ بس ایک دم سے وہ اسے واہرہ ثابت کرنے پر گئی۔ چھا جان نے اسے باز رکھنا تھا، لیکن ناکام رہے۔ ذمیٰ۔ ایس۔ پی سُٹی اور دوسرا آفسروں کو“

”وہاں اُسی نے مددو کیا تھا۔ بات یہ تھی سریم بالا والی کو کوئی کو حکومت کرائے پر حاصل کرنا چاہتی تھی۔ مقصود جو کچھ بھی رہا ہو۔“

”خداجانے! چھا جان نے غدر پیش کیا کہ وہ آسیب زدہ ہے اور ہر ماه کی گیرا قاتم ایسا نجے رات کو وہاں کوئی نہ کوئی غیر معمولی“

”بت ضرور ہوتی ہے اور بالآخر کا گیارہ والی زینے تو خاص طور پر نہوش ہو جاتا ہے۔ اس پہ ہمارے نئے مینجر نے ہمکاری کیا کہ یہ سب واہرہ ہے اور وہ اسے ثابت کر دے گا۔ بہر حال دجنوں تماشاگوں کے“

”مجھے میں وہ زیوں پر ہٹپڑھا۔ اور اس حام جو کچھ ہو اور ان آنکھوں نے“

”بھی دیکھا ہے:“

”کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر طاہرہ نے کہا:“ شاید تم نے“

”کوئی نہیں دیکھی۔ بہت کشادہ ہے۔ اس کے تی جھنکے اب بھی“

”سیکن میں کرائے پُرانے“

”مغلیہ ہی رکھا جاتا ہے:“

”ختم کرو:“ کوئی ہاتھ اٹھا کر بولی۔“ پھنسنے کے متعلق کیا کہی ہوئی؟“

”میں تیار ہوں:“

”مگر کم از کم ایک ہفتہ ضرور قیام کریں گے۔ کیا کوئی کا کوئی حصہ خالی ہے؟“

”میرا خیال ہے کہ وہ کمرے ابھی تک خالی ہیں۔ یا کہیں ہوں۔“

کے متعلق اس نے بڑی اچھی رائے قائم کی تھی لیکن وہ محاذات پیدا کر کے وہ نہ جانے کیوں کانپ جاتی۔ وہ محاذات... جب اُس نے اس سے لفتگو کی تھی۔

”ول تو ہی چاہتا ہے۔ مجھے بڑی خستت بُوئی تھی اور تم جانتی ہو کہ جب مجھے کسی مرد کے مقابلے میں خست اُنمائی میں تھی تو میں کیا کرتی ہوں؟“

”میں جانتی ہوں مگر ہم نہیں کہاں تلاش کر رہے ہیں؟“

”مزدوی نہیں کہ ہمیشہ دل کی آواز تھی ہی تابت تھوڑا سی سطح سے جھنگ کیوں نہیں دیتا۔“ شاید اس لیے کہ اُس نے اپنی زندگی میں خود کو پہلی بار عورت محسوس کیا تھا۔“ اور اس وقت جب اُس سے ہکلام تھی۔

طاہرہ نے ان واقعات کا تذکرہ اپنی سب سے قریبی دوست کو زیلیا سے کیا چکے وہ پیارے کو فرقی کہتی تھی۔ کوئی زیلیا اینگلوانڈ میں تھی۔ اس کی ہم اسرا اور ہم جماعت بھی تھی وہ بھی طاہرہ ہی کی طرح افتاد طبع کے معاملے میں انہی تھی۔

”کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ دوغل نصیر آبامی رائے ہیں؟“

”کوئی نے پوچھا۔“

”کوئی... دیوڑہ اس نے تھوڑی دیر بعد غموم ہے میں کہا۔“

”اس منہوس کا حوالہ میرے سامنے زدیا کرو:“

”میں نے اکثر اس کے متعلق سوچا ہے۔“ طاہرہ کیا وہ سب کچھ حقیقت ہے جو میں اس کے بارے میں سنتی رہی ہوں؟“

”تم کمی بدل پر جو چکی ہو۔ کوئی اس کی حقیقت میں شہر کر مجھے دراصل اس سُور سے اعتمام لینا ہے تو جھپلوں کی ٹوکری اور“

”پچھلے چند سالوں سے اردو زبان میں مختبل کتابوں کا قحط پڑ گیا تھا۔ اگر کوئی کتاب ملتی تھی تو بہت بڑی تک پڑھتی تھی جو آج کے درمیں کسی کام نہیں ہے اسکی تھی۔ ہم اظہر صین را ہی کے بے حد منون و مشکوہ بہن جھنوں سے ہماس اصرار پر وجودہ دور کی ضرورت کو پورا کرنے والی میکنکی کتابیں چھانپے کا طریقہ اٹھا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہ اب تک ذیل کی کتابیں جھاپ چکے ہیں۔“

”جدید ایکٹر کامیٹی، پریکٹیکل ایکٹرک وائرنگ جدید موڑ وائرنگ کا نیدی۔“

”وٹو گردنی، جدید آٹو موڑ زنجائیڈ، کفرنی وی گائیڈ۔“

”یہ تمام ہتھیں قابل اور سندیافۃ حضرات نے لکھی ہیں۔ ان کتابوں کی مدد سے آئی۔“ آئی کوئی سُر نے

”دالے دی کم پڑھے لکھے بے روزگار نوجوان پورا پیدا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ سر کی ظاہر میکن، انتہائی سانی سے سمجھا کرے ڈیتے۔“ وٹو آفٹ پر جھاپے گئے ہیں۔ ہم ان نوجوانوں سے اپیل کرنے گے جو بے روزگار بہرہ کا دھر رہے۔“

”وقت بر بادر کرنے سے بہتر ہے کہ کتابوں کی مدد سے اٹھا کر بہرہ بنانے کو وزیری پیدا کریں۔“

”محمد تقی، ہارون رشید، واحد علی خاں، محمد شمس الدین“

"اور مجھے چڑیوں سے بچلوں کے لیئے نہیں کہا۔  
لیکن طاہرہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ البتہ کوئی لیالی کے  
قہاراً نہ نظر دیوں سے ٹھوڑا۔ لیلے پانچ پاپ میں تباہ کو بھرنے لگا تھا اوس کی تلاشی پر تھی۔

"خیر... طاہرہ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "لیکن ان زینیں سے ہوشیار ہے گا۔"  
"میں آج کافی درستگار ہوں زینے پر بیجا رہا ہوں۔ اُس نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے۔ لیکن ہر راہ کی گیارہ تاریخ اور گیارہ بجے رات کو وہ خندش ہو جاتا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ لگ کر خطرے میں کیوں ڈال بنتے ہیں؟"

"آپ بے کار پریشان ہیں۔ دوسراً آدمی بہنے لگا۔ ہم بالکل محفوظ ہیں اور کسی قسم کی بھی بے اطمینانی نہیں محسوس کرتے۔ بات دراصل ہے کہ یہ ایک شرط کا حال ہے۔ ڈی۔ ایس۔ پی راجن سے شرط ہوتی تھی اس کا۔ ہے کہ ہم ایک ہفتے سے زیادہ اس عمارت میں نہیں رہ سکتیں گے؟"

"تب تو مجھے کہنے دیجیے کہ مابین آپ کا دشمن ہے اور اس طرح آپ کی جان لینا چاہتا ہے۔"  
"ارے نہیں۔ وہ بہنے لگا۔"

"آپ بھی نہیں کہیں مقیم ہیں۔ بچلوں کے لیئے نہ پوچھا۔  
"جی ہاں میں شامل رُخ کے کروں میں ہوں۔"  
اچھی بات ہے تو میں آپ کی فصیحت پر عمل کر دیں گا۔ اپنا سامان آپ کے کروں میں لے چلتا ہوں۔ انھیں نہیں بہنے دیجیے۔  
"دوسراً آدنی نے اُس کھود کر دیکھا اور وہ اپنا سر سہلانے لگا۔

△  
اسی رات کو طاہرہ اور کورنیلیا اپنے بائشی کمرے میں بیٹھی کچھ سوچ رہی تھیں۔  
"اس لفٹے کو یقیناً کچھ سزا دینی چاہئے۔ کورنیلیا بولی۔" وہ دوسرا بے چارہ تو بڑا شریف معلوم ہوتا ہے۔

"مجھے کچھ سوچنے پر مجھوں ہونا پڑتا ہے۔" طاہرہ بولی۔ "مجھے ایڈوچر کی خاطر آج تک کوئی گلے دار بہاں نہیں آیا۔ آخر یہ لوگ کون ہیں ہیں ہیں؟"  
اور کیا چاہتے ہیں؟  
"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"میں کیا بتاؤں۔ مجھے خوبی یقین نہیں ہے کہ وہ کوئی آسی خل ہے؟"

وہ دو نوں اور پرہباد میں ملیں۔  
یہاں وہ بھی کر سیاں موجوں ہو گئیں۔

"بیشیتے اُس نے کہا۔

طاہرہ آ تو گئی تھی میں اس کے فریب پہنچتے ہوئے اس کی بھر

دی جالت ہوتی جو سبھی بارہوں تھیں وہ محسوس کر رہی تھی کہ مشکل ہی

اس سے گھٹکو کر سکتی۔ وہ اپنے خشک ہوتوں پر زبان پھریتی ہوتی

بیٹھی تھی۔  
بچلوں کا لیٹر اکڑ نہیں کھو رہا تھا اور کورنیلیا بڑی بے پرواں

سے درستی طرف دیکھ رہی تھی۔

"کیا آپ اس عمارت کی ہٹری سے واقف ہیں؟" طاہرہ نے

دوسرے آدمی سے پوچھا۔

"جی ہاں اچھی طرح۔" اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

اس کے باوجود بھی... خیر... میں آپ کو یہی مشکلہ دوں

گی کہ آپ کسی دوسرے حصے میں متقل ہو جائے۔

"شکریہ... میں میں آپ کی اس کرم فرمائی کا مقصد ضرور پوچھوں گا۔"

"بس یونہی۔ کیا آپ ایک دن میرے کام نہیں آئے تھے؟" طاہرہ

نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔ وہ خود میں اتنی بہت ہی نہیں پاتی

بیٹھی کہ اس سے انکھیاں کھٹکوں کو سکتی۔ نہ جانے اس کی آنکھوں میں

کیا تھا۔ بظاہر وہ کچھ غنودہ کی تھیں۔ کچھ آداس اداس سی... بلکہ

نیچے کی طرف جھکی اڑی تھیں۔

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم یہاں ہیں؟"

"میں نے یہ سنا تھا کہ کسی نے یہ جھٹکہ کرائے پر لیا ہے۔ دراصل

یہ عمارت میرے ہی خاندان کی ملکیت ہے۔"

"اوہ... آپ فواب عابد کی کون ہیں؟"

"بھتیجی... مجھے طاہرہ کہتے ہیں۔ اور یہ میری دوست ہیں

کوئی نہیں۔

برٹی خوشی ہوتی۔ بچلوں کا لیٹر بولا۔

"دیکھیے عمرہ طاہرہ۔ ہم لوگ یہاں بہت آرام سے ہیں..."

دوسرے نے کہا۔ وہ لئے غیر معمولی واقعات، تو ہم اُن سے خالق

نہیں ہیں:

"آخراً آپ خاص طور سے اسی جھٹکے میں رہنے پر کیوں مُصر ہیں؟"

طاہرہ نے پوچھا۔

"بس یونہی۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ مجھے بھوتوں سے

دل چپی ہے۔"

بنیا تھا کہ سرف سرہی میں تھے اور دھر غائب تھے۔

"وہ کتنے آدمی ہیں؟" طاہرہ نے پوچھا۔

"دو ہیں صاحب! اگر وہ خائف نہیں مسوم ہوتے۔ انہوں

نے بڑی بے پرواں سے وہ پانچوں صریاہر چینیک دیے تھے:

"اہ... اچھا... دیکھو... سامان! اتنا ہے۔" انہوں سے

کہہ دکھے ہیں اُن سے ملنا چاہتی ہوں:

"کیوں...؟" کورنیلیا نے کہا۔ "ہم بہت سے کس

فائدہ۔ سامان اتر واڈ۔ اس کے بعد جسم کہیں جس کرچا تھے تھیں؟"

"نہیں۔ میں انھیں سمجھا ہوں۔" وہ سی وقت اس

جھٹکے کو خالی کر دیں۔ طاہرہ نے کہا۔

"تم بعض اتفاقات بہت شدت سے لختے ہیں جو بکورنیلیا نے

بُر اسماں نہ بکر کیا۔ کیا وہ نچے ہیں یا کیا انھیں حالات کا علم نہ ہو کاہ؟

طاہرہ کارے اُتھی تھی اور اس نے اپنے ساٹھ کورنیلیا کو بھی

umarat کے اس جھٹکے کی طرف کھینچنا شروع کر دیا جس کا نئے منوب کی جانب تھا۔

"وہ یہی سمجھیں گے کہ ہم ان سے فریٹ کرنا چاہتے ہیں..."

کورنیلیا نے کہا۔

"چلو... بکواس نہ کرو۔ میں نہیں چاہتی کہ اس عمارت کی

تاریخ میں کسی نئے حادثے کا احتفاظ ہو۔"

"آہا! آپ مجھے بھی اڑنے کی کوشش کر رہی ہو۔" کورنیلیا مسکرانی۔

"یہ کیوں نہیں کہتیں کہ تم آن دلی اڈیوں کو دیکھنا چاہتی ہو:

"یہی سمجھے لوئیں انھیں دیکھنا اور سمجھنا چاہتی ہوں۔" اس

کورنیلیا خاموش ہو گئی۔ وہ دو فوٹ دہاں پہنچ گئیں۔

بڑا مے کاڑخ مغرب کی جانب تھا اور دہاں سُرخی مائل

دھوپ پھیلی ہوتی تھی اور دو نوں کرائے فار بر آمدے ہی میں موجود

تھے۔ ان کی آہٹ پر ایک آدمی مُرکب بارہوں کھینچنے لگا۔

"اسے دفعتاً طاہرہ چلتے چلتے مُرکٹی اور سماں تھیں اور آدمی

بھی اچھل پڑا۔ اس کی اس حرکت پر دوسرے نے بھی مُرکر ان کے

دھنوب پہنچیں۔

یہ تو ہی دو فوٹ ہیں۔ طاہرہ بڑا بڑا۔

"کون... وہی... نہیں۔" کورنیلیا بھی تیز نظر آئے تھے۔

طاہرہ پہلے تو عشقی تھی طراب وہ آگے گئی۔

وہ دوسرے بچلوں کے لیئے نے یہیں کہا۔ کیوں؟ میں۔

کہتا تھا کہ آسیب وہیں سے ہمارے لیے تھے جسے گھوٹ کئے ہوئے آئے ہیں۔

"اوہ... آئیجے آئیجے: دوسراً آدمی اُٹھتا ہوا بولا۔"

"نی الحال انھیں جینم میں جھوٹا۔ ذرا ان سر بیڑ پہاڑیوں کی طرف دیکھو اور ان کی طرف بچھتی رہیں۔" میں ان مناظر کو دیکھ کر پاگل ہو جاتی ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ ایک نئی سی بچی کی طرح ان پہاڑیوں پر جھلکنے والی پھرولی۔

"کوئی...؟" کورنیلیا نے کہا۔ "کوئی نہیں۔" اس بہت سے کس فائدہ سامان اتر واڈ۔ اس کے بعد جسم کہیں جس کرچا تھے تھیں؟" "نہیں۔ میں انھیں سمجھا ہوں۔" وہ سی وقت جھٹکے کو خالی کر دی۔ طاہرہ نے کہا۔

"تم میں جمالیاتی جسی ہے ہی نہیں۔" "چھوڑو۔ بختم کرو۔" طاہرہ نے اتنا ٹھہرے لئے پہنچنے میں کہا۔

"اچھا تو پھر ہم فی الحال کو بھی، ہی کی طرف چل رہے ہیں۔"

"چھاہ دل چاہے، چلو۔ مجھے ان اڈیوں سے قطعی کوئی تبدیلی درکار تھی۔ اپنا شہر تو ہو گوں کے بھنگوں اور زندہ لاٹوں کا مسکن ہے یا پھر دہاں کے آدمی چلتی پھرتی مشین میں معلوم ہوتے ہیں؟"

"بہت اُپنی اڑرہی ہو، آج کل۔" کیس شاعر کا مطالعہ کر رہی ہو۔ کیس یا باٹن کے علاوہ اور کوئی ہو گا۔ پسادی یا تائیں ہوتے ہیں ابھی کی ہیں میری نظر میں ان کی وقعت فہرنس کے جا سے زیادہ نہیں ہے۔"

"تمہاری تخلیق رتیل ملکی سے جوئی ہے۔" کورنیلیا نے کہا۔ "آن کی کارکالی کو بھی کے چھاٹک پہنچنے چکل تھی۔ اس عمارت کا نام تو داش منزہ تھا مگر یہ سریم بالا میں کالی کوئی کے نام سے مشہور تھی۔ غالباً وجہ تسمیہ وہ پُر اسوار دوایات تھیں جس کے مٹھوں رہی تھیں۔"

یا ایک کافی لمبی چوڑی عمارت تھی۔ گرمیوں میں اس کے چھاٹک پہاڑیک چوکیدار طاہرہ کو پہنچانا تھا۔ وہ اس کی کارکے ساٹھ ساٹھ چل رہا تھا۔ کارکی رفتار دینکھنے کی حد تک کم تھی۔ چوکیدار طاہرہ کو بتا رہا تھا کہ آسیب زده جھٹکے کے کائے دار اپنا زیادہ تر وقت عمارت کے اندر ہی لے گئے تھے۔ اسی اسماں نے سیاہ رنگ کی بیویوں کے پانچ سر بارہ چینیکو اٹھانے تھے۔

"جی ہاں میں صاحب چوکیدار نے کہا۔ اخنوں نے مال کو

تکیا... بکرنیلیا نے متین اندام میں کہا۔  
”یعنی تم کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کر دیگی کبھی نہیں۔ اب میں  
نے سوچا ہے کہ میں حقہ کو ختم کی کر دوں：“  
”کیا آپ حدازہ نہیں کھولیں گی؟ باہر سے آواز آئی۔  
”نہیں... طاہرہ نے سخت لہجے میں کہا۔  
آتشدان پر رکھ دوں：“  
کرنیلیا حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔  
طاہرہ آتشدان پر کافی کے لیے پانی رکھ کر پھر واپس تاگی۔“ میر  
خاندان کا گھر فوجی اُسے آسی خل نہیں سمجھتا۔ لیکن طاہرہ ہمیں کیا  
جا گا ہے کہ اس کے علاوہ پھر ادکیا ہا جائے۔  
”تو گواہہ توہینیں...“

”اُس میں سمجھ گئی تم جو کچھ کہا چاہتی ہو۔ مگر ان موقوں کے  
ذمے دار ہمارے خاندان میں نہیں ہیں۔ جیسا تبلیغ اُس آدمی کو خادم  
پیش آیا تھا اُسے بدل کے لیے ہم نے شایری چوتی کا زندہ لگادیا تھا  
لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی：“  
”وہ ہماروں؟“  
”پہ نہیں کون تھا۔ اُس کے متعلق آج تک کچھ نہیں معلوم ہو  
سکا۔ اپنی ہوتے سے دو ماہ قبل ہمارے میہاں آیا تھا：“  
”مگر تم کوئی کہانی سناتے ہمارے ہمیں کیا انہیں کہا گیا؟“  
”علاوہ کوئی اور بھی داستان ہے جو عام طور پر مشہور ہے：“  
”اُس... لیکن کرنیلیا کسی سے تم اس کا تذکرہ نہیں کر دیگی：“  
”کبھی نہیں：“  
”میں تھیں صرف اس لیے تباہی ہوں کہ ہمیں اس سے  
میں کچھ کرنا ہے۔“

”میں اس کے لیے بھی تیار ہوں：“  
اپنے کسی نے دروازے پر دستک دی۔  
”کون ہے؟“ طاہرہ نے جلدی میں پوچھا۔  
”تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے؟“ باہر سے آواز آئی۔  
”یہ تو اسی لفٹکے کی آواز ہے۔“ کرنیلیا نے اہستہ سے کہا۔  
طاہرہ کچھ نہ بولی۔ اس کے ہوش بچنے ہوئے تھے۔ آخر اٹھ کر اس نے دروازہ ہوں گے میں کوئی بھی نہیں تھا۔  
”کون ہے؟“ طاہرہ نے بلند آواز میں پوچھا لیکن کوئی جواب نہ  
لگا۔ پس اگر کے کہا۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا کہ تم گدھے ہو۔  
یہاں کتنی سردی ہے۔ کیا تم کہے میں نہیں چل سکتے؟  
”وہ پھر چڑی بھڑکی پیدا کر دے گی۔“  
”ہرگز نہیں...“ تھمارا منہ میٹھا ہو جائے گا۔ ہم نے کافی تیار

”آواز تو اس کی تھی۔“ کرنیلیا نے کہا۔  
”نہیں...“ طاہرہ آتشدان سے کافی کا برلن آثارتی ہوئی برا  
سامنہ بن کر بولی۔ شاید وہ ہمیں درانتا چاہتا ہے؟“  
”کیا آپ حدازہ نہیں کھولیں گی؟“ باہر سے آواز آئی۔  
”نہیں...“ طاہرہ نے سخت لہجے میں کہا۔  
آپ اس وقت فاڈل کے بعد اس سے تھکنا نہیں ہے۔  
”کافی ہے۔“ کافی ہے۔“ کافی ہے۔“ کافی ہے۔“ کافی ہے۔“ کافی ہے۔“  
”جواب ملت دو۔“ طاہرہ نے آہستہ سے کوئی نہیں لگایا۔“ میر  
خاندان کا گھر فوجی اُسے آسی خل نہیں سمجھتا۔ لیکن طاہرہ ہمیں کیا  
جا گا ہے کہ اس کے علاوہ پھر ادکیا ہا جائے۔  
”تو گواہہ توہینیں...“

”وہ اس کی طرف بڑھنے لگا اور قریب آگر بولا۔“ اب بھی  
ہے۔ میں دراصل تھیں ہی باہر لانا چاہتا تھا۔  
”کیوں؟“ کرنیلیا نے درشت لہجے میں پوچھا۔  
”میں تھارا نام بھول گیا تھا۔ یاد کرنے کی بہت کوشش کی  
تو امجد ہونے لگی۔ سوچا، چل کر پوچھ ہی لوں لیکن اس نک پڑھی  
لڑکی کی موجودگی میں نہیں پوچھنا چاہتا تھا۔  
”کیا ہم میں بتے لکھی ہے؟“ کرنیلیا نے جلدی ہوئے اندماز  
میں پوچھا۔  
”نہیں ہے تو اب ہو جائے گی۔“ اس کی نکلفضول ہے۔ اہل  
محبہ تھارا نام کو یہاں یاد آ رہا تھا۔ کیا صحیح ہے؟  
”تم گدھے ہو جو دو کوئے جانے کیا تھے ہو۔“  
”محبہ افسوس ہے کہ تم بھی اس کی طرح چڑھپری اور بد دماغ  
نکلیں۔“ اس نے مایوسانہ اندماز میں میں کہا۔  
کرنیلیا کچھ سوچنے لگی پھر دفتار اس نے اپنی آواز میں نرمی ادا  
لگادٹ پیدا کر کے کہا۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا کہ تم گدھے ہو۔  
یہاں کتنی سردی ہے۔ کیا تم کہے میں نہیں چل سکتے؟  
”وہ پھر چڑی بھڑکی پیدا کر دے گی۔“  
”ہرگز نہیں...“ تھمارا منہ میٹھا ہو جائے گا۔ ہم نے کافی تیار

کے بے۔  
کوئی نہیں کہے کہ میں لائی میکن قبل اس کے کہ طاہرہ کچھ کہتی  
ہے۔“ میں نے کہا۔“ بچنے کی ضرورت نہیں۔ یہ باہر سردی کھاہے تھے۔  
”جی ہاں... نہ کھی سردی“ دھ مسکرا کر بولا۔“ انھوں نے کہا۔  
اندر صلوچ تر کرنے کے لیے بھی کچھ مل جائے گا۔“  
طاہرہ خاموش ہی رہی۔  
کوئی نہیں دروازہ بند کر دینے کے بعد اس سے تھکنا نہیں ہے۔  
”کیوں نہ ہم دونوں یوں یونہی سورجانا شروع کر دیں؟“  
”چاہو...“ بیش طاہرہ کوئی سر ٹال کر بولی۔“ اس سے کام نہیں چلے  
جس بیک آزم کریں میں گرتا جاؤ کرنا۔“  
”انھیں ایک کپ کافی چاہیے۔“ کرنیلیا اپنی بائیں آنکھ دبا  
کر بولی۔  
طاہرہ سر ٹالا کر دروازے کی طرف گئی اور اُسے مقفل کر کے گئی  
جیب میں ڈالی۔  
”نہیں...“ وہ سچل کر کھڑا ہو گیا۔  
”میں وقت میں تم سے کہ نہیں ہو سکتی۔“ طاہرہ تلمخ اندماز میں مسکانی  
بے تھا۔“ ہر قسم دوہیں：“  
”تو بتا دو جنم چشم ڈر کر تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟“  
”یا اللہ...“ وہ آنکھیں چلا کر بولا۔“ پھر اپنا سر سہلانے لگا۔  
”بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟“  
”بھم لوگ احمد ہیں اور جان دینے آئے ہیں۔“ اُسے مجبوتوں  
والیں گے اور میں تو خیر اُسی وقت مر گیا تھا جب پہلی بار تم نظر آئی  
تھیں اور میں کرنیلیا کو دیکھ لیئے کے بعد تو یعنی تھیز و تغییں بھی ہو  
گئی۔ جست اون گھومن پر ہے جو پن لکھنے مرجا گئے：“  
”ورنی...“ طاہرہ کوئی نامی طرف دیکھے بغیر بولی۔“ میر سوٹ  
کیس میں چڑے کامشتر ہو گا۔“ کہا تو  
نکاو بھئی اکٹھی مٹھی کیا دیکھتی ہو۔“ چھلوں کے لٹیرے نے  
کرنیلیا سے کہا۔“ میں ہمیشہ چڑے کامشتر کافی میں بھگو کر کھاتا ہوں۔“  
”تم شاید ماق سمجھتے ہو۔“ طاہرہ اُسے تیکھی نظر دیے دیکھ  
کر خصیے لہجے میں بولی۔  
”میں تھیں پیٹوں گی۔“ تم بے بھی سے پتے رہو گے اگر غل  
غپاڑہ چڑا گے تو پھر جانتے ہی ہو کہ کیا ہو گا۔“ لوگ تھاری کسی بات  
پر تھیں کہیں کریں گے：“  
”اور تم فارغ الالہ ہو جاؤ گے۔“ کرنیلیا نے کہا۔“ اچھا میں ہم  
لاتی ہوں：“  
”ذر اخیر ہے۔“ دہ باتھ اٹھا کر بولا۔“ اب مجھے سوچنا پڑے گا۔  
میں سمجھیہ ہوں：“

”یک سوچنا پڑے گا：“  
”یہی کہ میں اس وقت بڑی خراب پوزیشن میں ہوں اگر  
میرا شور گئی کچھ آدمی آگئے تو میں سچھی فارغ الالہ ہو جاؤ گا۔  
”سچھتے ہوئا؟“ کرنیلیا نے مضمکہ اڑانے والے انداز میں پوچھا۔  
”بالکل سمجھتا ہوں۔“ اس نے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ مٹھے  
سے ایک لفڑا نکالے بغیر چپ چاپ ہنسوں کا شارکر تار بولوں گا۔  
کاکیوں نہ ہم دونوں یوں یونہی سورجانا شروع کر دیں：“  
”چاہو...“ بیش طاہرہ کوئی سر ٹال کر بولی۔“ اس سے کام نہیں چلے  
جس بیک آزم کریں میں گرتا جاؤ کرنا۔“  
”جس لوگ اکھا ہو جائیں تو جو دل چاہے اُن سے کہ دینا۔“ میں  
اُن درجے کا بے چاہے ہو جائیں۔ سوچپا جو تو قوں میں عترت نہیں جاتی  
اور نہار دہنار مارنے کوں آئے گا۔“ ہاں شروع ہو جاؤ۔“ تم بھی کیا  
یاد کرو۔“ مگر اس سے پہلے اگر کافی کام کپ مل جاتا تو اچھا تھا۔  
طاہرہ خونخوار نظر دی سے اُسے ٹھوکری رہی، البتہ کرنیلیا  
بے تھا۔“ ہر قسم دوہیں：“  
”اوہ پھر ہم دوہیں：“

”تو بتا دو جنم چشم ڈر کر تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟“  
”یا اللہ...“ وہ آنکھیں چلا کر بولا۔“ پھر اپنا سر سہلانے لگا۔  
”پہیے ہی اسی طرح پوچھا ہوتا خونخواہ اپنا اور میرا وقت برادر  
کیا۔“ ڈوکاتی لاد۔“ ڈراد ماغ کی خشکی رفع ہو تو اپنی شخصیت اور یہاں  
آنے کے مقصد پر روشنی ڈالوں：“  
کرنیلیا کپ میں کافی اندر لیتے گئی۔ طاہرہ اب بھی وہیں کھڑی  
تھی اور اس کے پھرے پر دوسری کے اشارا۔ اب بھی موجود تھے لیکن  
اس نے کرنیلیا کو رکا نہیں۔ کرنیلیا نے کافی کا کپ چھلوں کے  
لٹیرے کو دیتے ہوئے کہا۔  
”بس اب شروع ہو جاؤ۔“ زیادہ بے دوقوف بنانے کی ہوش  
نضول ہے۔“ دہنے پر ہمیں طاہرہ کو کسی طرح نہ رک سکوں گی：“  
”اوہ ہو، تو کیا یہیں ان محترمہ سے خائف ہوں؟“  
”تم یقیناً خائف ہو ہو۔“ کرنیلیا نے کہا۔“ اور زبردستی دلیر بننے کی  
کوشش کر رہے ہیں۔  
”چلو خیر ہی ہی۔“ تھارے کہنے سے میں اسے تسلیم کیتے لیتا  
ہوں۔“ تم بھی کیا یاد کرو گی؟“  
”تمھاری دیرتگ خاموشی رہی۔“ اس نے جلد ہی پیارا خالی  
کر کے میز پر رکھ دیا اور جیب سے پاٹ پنکا کر اس میں تباکو  
بھرنے لگا۔



کو نیلیا کا دل تو فیکر پہنچا تھا لیکن اسے محبوہ اس کا ملتہ دینا پڑا۔ وہ نہیں پہنچی تھی کہ طاہرہ اسے درپوک سمجھے۔ باہر بالکل ستان تھا۔ کبھی کبھی چور کیارکی صدای سوتے جلتے رہوں۔ ستان میں پہنچی ہوئی دوڑک پھیل جاتی۔

دوہنارہ کے مغربی جنکے کی طرف جا رہی تھیں۔ ان کی قاتاً معمول سے زیادہ تھی۔ برآمدے کے قریب پہنچ کر دبے پاؤں پر پڑھ گئیں۔

دعازوں کی جھڑپوں سے کمرے کی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ طاہرہ نے سینڈل بھی تاکر دیے اور بخوبی کے بل پتی بولنی ایک دعاویٰ کے قریب پہنچ گئیں۔ کوئی نیا بھی اس کی تقاضید کر رہی تھی۔ کمرے کے اندر کا منتظر عجیب تھا۔ زجانے کیوں طاہرہ نے بوجھلا کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کوئی نیا کامٹھ جیرت سے کھل گیا۔ کمال ایک گزی میں بندھا ہوا تھا اور ساجد ہاتھ میں بستریے اسے ٹھوڑا ہاتھ بھیسیے اس سے پہلے بھی دوچار امداد رسمید کر چکا گہرہ۔

”تو تم نہیں بولو گے... کیوں؟“ ساجد نے غصیل آواز میں کہا۔ لیکن کمال نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا پنجابی ہوتہ دنخون میں دبا ہوا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔

”شامیں...“ ساجد نے هنڑ ریڈ کیا لیکن کمال پتھر کی بُت کی طرح بنے جس درجت میخوارہ پھر اسی معلوم ہوا جسے کیک بیک ساجد پیٹھر بر سلنے کا بھوت سوار ہو گیا ہو ہے شامیں۔ شامیں یہ کی آواز بیغز تو قوف کے کمرے میں گونج رہی تھیں۔

طاہرہ کا قلب اٹھنے لگا۔ اسے کمال کی خاموشی پر پیرت تھی۔ ساجد نے اسے بتایا تھا کہ کمال اس کا بڑا بھائی ہے لیکن یہ کیا ہو رہا تھا... اور ایسی حالت میں اسے کیا کرنا چاہیے تھا۔ اچاہک انخوں نے پشت پر کسی کے تدمول کی آواز سنی اور اور بے ساختہ چونک کرٹیں... اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک ٹھنڈا سایہ نظر آ رہا تھا۔

”بُری بات ہے۔ سائی کی سرگوشی اپنی صاف سُنائی دی۔“ طاہرہ کے ہاتھ میں دبی بُری ٹاریقہ کا بُن دب گیا۔ ”دُمِرے ہی میں وہ لاٹھرا کر دیوار سے جا لگی۔“

اس کی ٹاریقہ کی روشنی جس آدمی پر پڑی تھی وہ کمال کے علاوہ ادنکوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر اندر اب بھی هنڑ کی ”شامیں“ گونج رہی تھی۔ طاہرہ کا سرچکر لگا گیا۔ کوئی نیا بھی اسی سے لگی بُری ٹھنڈی تھی۔ ”اوہ...“ کمال مٹکایا۔ وہ نیرا بھوت ہے لیکن تم دنوں اس کا ذکر کریں کہی سے نہیں کر دیگی۔ مبتر تو یہ ہو گا کہ یہاں سے چلی ہی جاؤ۔“

کی جھجی سے کمرے کے اندر کے حالات دیکھتی رہی تھی اور دھرمداری کی روشنی میں اس نے بھی کمال کو بیجان بیا تھا۔

”ڈر دنیہیں؟“ انخوں نے پھر سرگوشی سے۔ ”پلو میں تھیں تھیں“ کے میں تک جھوڑا۔

مکن ان دلفوں نے اپنی جگہ سے نہیں بھی نہیں۔

”چلو...“ اس بار انداز میں تھم تھا۔

طاہرہ ہمت کر کے آگے بڑھن۔

”سینڈل پہنزو:“ اُن دلفوں نے مشین کی طرح حکم کی تعییں کی اور برآمدے سے نیچے آتی گئیں۔

”وہ شمال برآمدے تک ان کے ساتھ گیا جب دھا دپڑا یا سایر ان کے ساتھ چل رہا تھا۔“

”میں پہنچ گئیں تو اس نے کہا:“ تھہرو۔ میں دوچار باتیں بھی کروں گا۔“ کرو کھو لو:“

طاہرہ نے کمرے کے دروازے کے دلوں پتھر کھولی ہیے۔ اندر کی روشنی سائی کے چہرے پر پڑی۔ یہ سوفیضی کمال ہی تھا۔ کمرے میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔

”سکار کا دھوال گراں تو نہیں گزرے گا“ کمال نے دانتوں سے سکار کا گوشہ کھٹے ہوئے پوچھا۔

طاہرہ نے سفی میں سر ٹرادا دیا۔ ”میں بھوت نہیں ہوں:“ کمال نے سکار سلکاتے ہوئے کہا۔

”تم دنوں میتھ جاؤ۔ تھمارے پیر کا پسہتے ہیں:“ وہ چپ چاپ پہنچ گئیں۔

کمال نے دنوں پر اچھی سی نظر ڈالی اور ہنڑوں کو دائرے کی شکل میں کر آہستہ آہستہ دھوال چھوڑنے لگا۔

”بہت زیادہ دلیر ہونا بھی کافی مشکلات پیدا کر دیتا ہے:“ کمال نے آہستہ سے کہا۔ ”اب تم دنوں اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلوگی۔“

”لیکن یہ کیا ہو رہا ہے:“ طاہرہ پر پڑا۔“ اس علات کے لیے کوئی غیر متوقع بات تو نہیں:“ کمال کے کہا۔

”آپ کون ہیں؟“ ”میں کمال ہوں۔ تھمارا کرنے والہ:“

”اوہ...“ دلار... دلار...“ کمرے میں...“

”اوہ...“ کمال مٹکایا۔ وہ نیرا بھوت ہے لیکن تم دنوں اس کا ذکر کریں کہی سے نہیں کر دیگی۔ مبتر تو یہ ہو گا کہ یہاں سے چلی ہی جاؤ:“

”آپ مجھے اس آدمی کے متعلق بتائیے جو کمرے میں...“

”نہیں... بس تم کمرے سے نہیں نکلوگی۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے:“

گل اور ان کی طرف دیکھے بخوبی بولا: ایڈوچر کا شوق بُرانہیں بوتاں لیکن ہم سے بے کہہ میں انگلی فٹ دیے کو وایڈ و بچ نہیں کہیں تھے:

”کمال صاحب:“ طاہرہ پکپاٹی ہوئی اور اس میں بولی: آپ کا

ہم شکل کوں تھا:

”ہم شکل تھا:“ کمال ان کی طرف مڑکر مٹکرایا۔ یہ تھیں، اس پر نیزرت ہے کہ تم نے ایک بھوت پکڑ لیا ہے۔ وہ جو میرا ہم شکل ہے۔

اس علات میں کسی بات پر حیرت کرنا بجا تھے خود نیزرت انگریز ہے اور پھر جب نیزرت کرنے والی علات کے مکوان زیں سے ہو... تو مجھے حیرت کی وجہ نہ معلوم کرنی پڑے گی اور میں یہ چاہوں کا کرم جو میں داستان کوئی نیا کوئی نہیں پڑھتا چاہتی تھیں، مجھے بھی سُناؤ:“

”آپ... آپ کو کیسے علم ہوا؟“ طاہرہ نے بے ساختہ پوچھا۔

”یہ بھی کوئی حیرت انگریز ہے نہیں۔ ساجد نے تھاری لفتکوں کا کچھ سعدگن لیا تھا مگر وہ بالکل لگ گھا ہے۔ اُسے پوری داستان سُننی چاہیے تھی۔ تم سُننے کے نوٹ میں تھیں، نہیں:“

”هزار دی نہیں کہ وہ آپ کو بھی سُنائی جائے:“ طاہرہ نے خشک لہجے میں کہا۔ لیکن پھر جو نہیں کر سکتا تھا کہ کیسی بات پر پڑھنے کا افسوس ہونے لگا۔

”آپ کی رضاۓ کمال نے بے پرواں کے اخہا میں اپنے شاخوں کو جبش دی اور دروازہ کھول کر باہر نکل لیا۔

کوئی نہیں نے جھپٹ کر پھٹکنی چڑھا دی۔ درا یہم آدمی تھیں میں۔“

گرگر دنوں باخکوں سے سُنہ چھپا دیا۔ ”کیوں تھیں کیا ہو گا:“ طاہرہ نے پوچھا۔

”میرے خدا، اس کی آنکھیں۔ میں نے شناہے کے خبیث اوصیہ میں جا گئے اس نوں کی شکل میں، سکتی ہیں۔ لیکن وہ مخالف ہے:“

ہلاکر بات نہیں کر سکتیں۔ تم نے دیکھا تھا بات کرنے وقت وہ دوسری طرف دیکھنے لگتا تھا اور ویسے بھی اس کی آنکھیں ایسی معلوم ہوئی ہیں جیسے کسی سُنسان جنگل میں دوچراغ روشن ہوں:“

”آہا...“ تم نے تو شاعری شروع کر دی:“ طاہرہ نہیں تھی۔“

”تو کیا تم اسے انسان سمجھتی ہو۔ کیا تم نے اسے کُرسی میں بندھا ہوا نہیں دیکھا تھا۔ وہ بیک وقت مہنڑ کی مار بھی کھارا بھا تھا:“

”باہر ہم سے مہکام بھی تھا:“ طاہرہ کوچھ نہ بولی۔ وہ خود بھی اسی منسلک پر غور کر رہی تھی۔ ”لیکن اس نے ہمیں باہر نکلنے سے یوں رکا ہے تو طاہرہ نے کہا۔

”یہ بات سمجھ میں نہیں آتی:“

”خود کی دیر تک خاموشی رہی پھر طاہرہ نے کہا:“ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ دونوں ہیں کون ہے؟ ”طاہرہ کہیں ہم کسی جاں میں تو نہیں پھنس گئے یا کوئی نیلیا نے تھوڑی آنی پڑھیں تھیں کہا۔

طاہرہ کی پیشانی پسکنیں تھیں جن سے ذہنی تیجان ترشح تھا۔ وہ کافی دیر تک خاموشی رہی پھر بولی:“ ہو سکتا ہے،“

”اوہ... کچھ نہیں۔ کوئی قیمتی اب ہمیں سوچانا چاہیے اور کل تم اپس چل جانا۔ میں یہیں بھروس گی:“

”یہ ناممکن ہے۔ وہ اپسی تو ساختہ ہی بھوگی خواہ کچھ دنوں کے بعد:“ ”کیا تھا،“ لے دوہوڑہ حالات خونک نہیں ہیں؟“ طاہرہ نے پوچھا۔

”تم اپنی بکو،“ تک لایا سمجھتی ہو:“

”میں... میں فی الحال کچھ نہیں کہ سکتی۔ ان دوہوڑے کے متعلق معلوم ہاتھ پہنچانا میرے یہے خود دی ہو گیا ہے:“ ”تم پاکل ہو گئی ہو رہا:“

”جنون ختم کرو:“ طاہرہ نے اکٹھے ہوئے بھی میں کہا۔“ مجھے نہیں تھیں:“

”کوئی نیلیا پھر بھی نہ تھی۔“

”کیوں؟“ طاہرہ بولی۔ ”اوہ... دیکھو اگر ہم ایک ہی مہری پر سوئیں تو کیا حرج ہے؟“ کوئی نیلیا نے کہا۔ اس پر طاہرہ بے ساختہ ہس پڑی:“ درپوک!“ میں سمجھ گئی۔

”اپچا چلو:“ کوئی نیلیا سوگئی لیکن طاہرہ کر دیں بدلتی رہی۔ اسے نہیں تھیں اور دوسرا اور دوسرا سے کے بعد میرا کسی طرح یہ سلسہ ختم نہ

پڑتا تھا۔ آخر دفعہ اُنہے بیٹھی۔ مخنوڑی دیر تک پونہ بیٹھی رہی۔ پھر اُسی۔ مخنوڑی ایک بیماری تھی۔ وہ دہان سماں کو دوسرے کمرے میں آئی۔ یہاں بھی تجھے دیر مخنوڑی خیالات میں آئی۔ تم رہی پھر سوت کیس کھول کر ایک گوم ٹپکن اور جیکٹ نکالی۔ جھٹڑی دیر بعد جب وہ کمرے سے نکل کر دروازہ مقابل کر دیتی تھی، کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ دہی طاہرہ ہے جو ساری میں پیٹت سینٹھی ہے۔ اب اس کے جسم پر پکلوں اور جبکیٹ تھی اور سیروں میں کریب سول کے تجھے۔ سوپاں نے پیشی رہا۔ باندھ لیا تھا اداں کے گھنٹھریا لے بال اس میں بالکل جھپٹ گئے تھے۔ وہ برآمدے سے تجھے پاڑتا آئی۔ آسان پر خال خال ستک نظر آئے تھے اور اسی معلوم ہو رہا تھا جیسے مخنوڑی ہی دیر میں پہلا آسان بادلوں سے ڈھک جائے گا۔

وہ عمارت کے مفری جھنٹے کی طرف جل پڑی۔ چاروں طرف ہوکا ہام تھا اداں جو کیدار کی اوایجی بیس نشانی دلدار ہی تھی۔ اس نے سوچا کہ صح کو اس کی بھی طرح خبر لے گئی۔ مغرنی جھنٹے کا باراہہ سنان تھا۔ دھنچے ہی اُنکر کر آئی۔ جیسے لکھ لیکن کسی طرح کی اواز نہ نشانی دی۔ البتہ دوائل کی جھروں سے کمرے کی روشنی صاف نظر آئی تھی جو اس بات کی دلیل تھی کہ وہ لوگ ابھی جاں رہے ہیں۔ پھر طاہرہ اہستہ سے برآمدے میں داخل ہو گئی اور ایک بار چھراس کی داہنی انکھ دوائلے کی جھتری سے جاتی۔ کمرے میں کوئی بھی نہیں تھا لیکن سجن کی طرف کا دروازہ ٹھلا ہوا تھا۔ یہ دراصل سونے کا کرہ تھا۔ اولان دوائل کا بستر غالی تھا اسے تھے۔ سہر ہیل پر پڑی ہوئی چاروں طرف سے فرش پر لوت رہی تھیں۔ طاہرہ نے مایوسی سے ہوت شکریے پھرہ داہنی کا ارادہ کر رہی تھی کہ ایک سری کی چادر ہی اور اس کے تجھے سے کوئی سیاہی چیز باہر نہیں آئی۔ پھر دوسری نکلی اور طاہرہ کی ہلکی بندھنی بڑھ گئی۔ وہ کسی آدمی کے نہیں۔ ہاتھوں نے چادر اور اٹھانی اور طاہرہ کا خون دگوں میں منجمہ ہو گیا۔ یہ ایک انتہائی خوفناک پیچہ تھا جیسے کسی قسم کی بُوچہ پہنچنے کی کوشش کر رہا ہو۔

طاہرہ کے حواس آہستہ آہستہ داپس آگئے اور اس نے کہا۔

یہاں... ایک گور بلاتھا۔

”چڑھنے کیا کیا ہے یہاں، لیکن تم تھاری تھکت۔“

”دھکا ہوا تھا۔ پہنچے وہ اے کوئی ان دیکھی پیسے سمجھی تھی مگر اب اے باوٹا کوہ نصیر آباد کے جماعت گھر میں صد بار اس قسم کے گوریلے دیکھ چکی ہے۔ یہ گوریلا ہی مخا میکن عجائب گھر کے گوریلوں سے مختلف۔ ان گوریلوں سے الگ جن کی آنکھوں میں طاہرہ نے ہمیشہ اُسی دیکھی تھی اور جو سچوں کے تنگ کرنے پر کثیرے کے اندر تجھے چیخ کرے گے بھی سے خال اڑاٹنے لگتے تھے۔

پکارنے کی کوشش کی لیکن حلق سے آواز نکل سکی۔

”مگر وہ چیخ تو بے اختیاری کی تھی جو دوسرے ہی لمبے میں حلق کے پھنڈوں سے آزاد ہو کر دو تک فضا میں پھیلتی جان گئی تھی اور پھر وہ کسی کے بازوؤں میں آرہی۔ شاید اسی نے اس کے شانے پر باختہ رکھ دیا تھا۔

”تم نہیں باز آؤ گی۔ یہ کمال کی آواز تھی چے اس نے اہمیت سر ایمگی اور بد جواب اسی کے عالم میں بھی پہچان لیا۔“

”وہ... دہان... اندھر... وہ گھنٹوں وہ مکلانی۔“

”کمال ساجدی طرف دیکھ کر مسکرا یا پھر بولا۔“ یہ واقعی بہت دلیر ہیں۔ کیوں نہ انھیں کچھ دیر کے لیے اس کمرے میں بند کر دیا جائے جس میں لاش رکھی تھوڑی ہے۔

”میں پانچ بزار لاشوں پر بیٹھ کر ستار بجا سکتی ہوں مژ کمال۔“

”آہا... ساجد نے تقبہ رکھا یا تو ٹھہریے! میں طبلے کا بھی انتظام کر دیوں ورنہ آپ کو شکایت ہو گی۔“

”کیا واقعی اتنی بی دلیر ہوڑہ کمال نے اس کی آنکھوں میں دیکھنے ہوئے کہا۔“

”میرا پانچ بھی خیال ہے۔“

”صرف اسی محالے پاہر جعلے میں یہ کمال نے سنجیدگی سے پوچھا۔“

طاہرہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اسے شوونے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کہا۔ ابھی آپ نے کسی لاش کا تذکرہ کیا تھا۔

”ہاں۔ میرا ہم شکل مرگیا ہے۔“

”کیا وہ حقیقتاً کوئی آدمی تھا؟“ طاہرہ نے پوچھا۔

”حالانکہ تھیں یقین ہے کہ وہ آدمی ہی ہے۔“ کمال اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا کر۔

طاہرہ چونکہ کر اسے ٹھوڑنے لگی لیکن کمال وہ بات ہی ادا کر لے۔ اس کے پاس کوئی بہت سریع الاثر قسم کا زہر تھا۔

”خود رکھنی کر لی۔“

”دوسری بار اس کی آنکھیں خیر را دی ہی طور پر ٹھیں لیکن اس میں اتنی ہست نہیں تھی کہ وہ واپسی ہی کے لیے جبکش کرتی۔“

”وہ تاریک بلا سری کے تجھے سے بُولایا کہیں یہ سمجھی کوئی مجھوں نہ ہو۔ پھر یہی میں معلوم کیے لیتا ہوں اور اس نے جیب سے ایک بُرا سا پاقو سمجھی اس کی اُنچھلی ہوئی تھی۔ ملا جنم بُرے سے سیاہ بالوں سے

”نے طنز یہ لیجئے میں کہا۔“ مگر شاید آپ کو معصوم نہیں کہ لاشوں کا شکار ہے۔“

بھی کیا جاتا ہے میں نہیں۔“ نہیں کہ نشانات کیے چھپائیں گے آپ کے：“

”بال... واقعی اسے بھی سوچنا چاہیے۔“ کمال نے تشویش آئی۔

”لیکن تم نے سارا حکیم بگاڑ دیا۔“ کمال نے خشک لیجے میں کہا۔

طاہرہ اس کی طرف دھیان نہ کر کر بولی۔“ وہ اس مسہری کے تجھے سے نکلا تھا۔

”لیکن“ کیوں نہ ہم اسے چپ چاپ کیں دفن کر دیں؟“ ساجد بولا۔

”مگر مشکل تو یہ ہے کہ...“ پھر وہ طاہرہ کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گی۔

”بھی تھیں یہیں کیا جاتا ہے کہ بھی بندی کی بھیر گی۔“ کمال نے طاہرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

”کیوں نہ ہم اسے چپ چاپ کیں دفن کر دیں؟“

”آپ کو یقین کیوں ہے کہ میں اپنی زبان بندی کی بھروں گی۔“

”اس لیے کہ تھیں ان بھتوں سے کوئی بحدرتی نہیں ہو سکتی۔“ تھا اسے والد کی موت کے بھی بھی ذائقے دار تھے۔

”آپ کیا جائیں؟“ طاہرہ چونکہ کر اسے گھوڑے لگی۔

”میں جانتا ہوں۔“ کمال تجھ سے انلزاں میں سکرا۔

”میں تھیں وہ لاش دکھانا چاہتا ہوں۔“ شاید پہلے بھی وہ آدمی تھا۔

”مگر وہ تو آپ کا ہم شکل تھا؟“ طاہرہ نے کہا۔

”وہ میک آپ بتا، جو اب نہیں ہے۔“ اب تم اسے اس کی اصل شکل میں دیکھو گی۔

”اوہ... میں دزد دیکھوں گی۔“ طاہرہ نے مضطرب بانہ انلزاں میں انتہے ہوئے کہا۔ پھر بیک بیک سے جس کے چہرے کی نگت بدل لئی اور وہ کچھ ایسی نظروں سے اسے دیکھنے لگی جن میں خوف اور شہبہ کی اوزیش موجود تھی۔

”مگر یہاں یہیں گور بلاتھا۔“ اس نے کہا۔

”اس کی پوچھا دکھنا کر دیا۔“ کمال نے بے پرواہی سے کہا۔

”یہ آدمی سے زیادہ خطرناک اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔“ فی الحال چھوڑو۔“ شاید تم اسے پہچانتی ہو۔“

”نہیں، میں اپنے کمرے میں واپس جاؤں گی۔“ اس پر ساجد تھے ایک زور دار تقبہ کیا اور طاہرہ کی آنا پھر جاگ آئی۔

”چلو... وہ غریب کر بولی۔“

”وہ کرے سے نکل کر صحن میں آئے۔“ صحن کافی طویل و عریض تھا اور یہاں چاروں طرف اُنچی اُنچی گھاس اُنچی تھی۔ کمال اور ساجد کے ہاتھوں میں ٹارچیں تھیں۔

”پولیس کو سنانے کے لیے یہ کہانی بہت شاندار ہے گی۔“ طاہرہ

دوہ اپر کے کمپ میں ہے کیوں ظاہرہ صاحبہ کیا آپ ان  
زیوں پر قدم رکھنے کی ہمت کر سکیں گی؟

"بھروس مت کرو؛ کمال نے جعلی بٹی آواز میں کہا اور

ٹولی دالان میں باش طرف مڑیا پھر ایک کمرے کے سامنے مڑ کر

کہ شارق کی روشنی دروازے پر والی جس سے ایک بڑا صاف لٹکا ہوا

تھا، قفل ٹھوول کر اس نے دروازے کو دھکا دیا لیکن صاحبہ اس کے

ہی ہنٹوں میں کچھ بڑا کر رکھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئے کمال

تشویش آئی نظلوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیوں کیا بات ہے؟ ظاہرہ نے دبی زبان سے لچکا۔

"لاش... نہیں تھی؟ کمال نے جاب دیا۔ اور میرا عطا ہے کہ

اس قفل میں میرے علاوہ اور کرسی نے ماٹھ نہیں لگایا۔  
"یہ آپ کیسے کہ سکتے ہیں؟ ظاہرہ نے مفعمل کا نہاد جو کوئی

پھر تاڈل کا۔ کمال نے کما اور جبکہ کفرش کا جائزہ لیتے

لگا، فرش اڑا لو دھا لیکن ایک جگہ کافی پھیلا دیں تو دو کی تک پچھے  
بگڑی بگڑی سی معلوم جوہی تھی۔ وہ سیدعا کھڑا ہو کر بھوڑی دیر

ٹک سوچتا رہا اور پھر اخیں باہر پڑنے کا اشارہ کر کے وہ بھی کرے

سے نکل گیا۔

اب وہ کمرے کو گھلائی بھوڑ کر دہاں سے واپس جائے تھے۔

تغل کمال کے ماٹھ میں مخابلہ خواب کا گھاٹھوں نے اس حالت

میں نہیں دیکھا جس میں جھوڑ کر گئے تھے۔ میرا میں پڑی تھیں

بستر اور ادھر پر سے ہوئے تھے۔ دوسرا سامان بھی روزی حالت

میں تھا۔

"کیا خیال ہے؟ کمال ظاہرہ کی طرف دیکھ کر مکرا یا؟ کیا آپ

ہم لوگ ہیاں سے بھاگ جائیں؟" کیا آپ کہہ میرا دوں گی کہ آپ اسی وقت دوسرا

کروں میں منتقل ہو جائیے۔ میں اوندو رنیا ایک کمرے میں ہو جائیں

گے مگر... میں یہ مشورہ فضول ہے رہی ہوں... پتے نہیں، آپ

نے کس مقصد کے تحت اس جھتے کو رہا۔ اس کے لیے پسند کیا ہے:

"کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ کمال نے اس کی آنکھوں میں فلمتے

ہوئے کہا۔

"کچھ بھی نہیں میں اسے صرف ایڈ پھر نہیں سمجھ سکتی۔"

"بھر..."

"کمال صاحب انتہا کرنے کے اس چکر ہیں ہیاں آئے اور

یا تو پرسر اور طریقے پر غائب ہو گئے یا پھر ان کی لاشیں میں۔"

"کیا بکواس ہے؟"

"بکواس نہیں، حقیقت ہے۔ کمال صاحب عورتوں کے

معاملے میں بد نصیب ترین انسان ہیں۔ اس لیے ان کے یقین ہیں

وقت کی بربادی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ مجھے دیکھو۔ میں ایک گھنٹے

میں پندرہ ہزار میل کی رفتار سے آہیں بھر سکتا ہوں۔"

"شٹ آپ"

"تحاری مرضی؟ صاحب مایوس نہاد میں سر پا کر بولا۔

ظاہرہ صحن کی طرف کے دروازے کی جانب دیکھنے لگی جو

اند سے بند تھا۔

"رمبا ناچنا آتا ہے تھیں؟" ساجد نے پوچھا۔

"میں کہتی ہوں خاموش رہو؟ ظاہرہ جھنجلا گی۔" پتے نہیں، تم

لوگ کیا کر رہے ہو؟"

"ہم لوگ... ساجد ایک شرارہ امیر مسکراہست کے ساتھ

لچکنے ہی والا تھا کہ کسی نے صحن کی طرف سے دروازے کو دھکا

دیا۔ صاحبہ ہی آواز بھی سنائی دی جو کمال ہی کی تھی۔ ساجد نے دروازے

کھول دیا۔ کمال اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں وہی اس فی

کھوپڑی تھی چسے کچھ دیر قبل ظاہرہ نے گیارہوں زینے پر دیکھا تھا۔

کمال نے اسے فرش پر ڈالنے ہوئے ظاہرہ سے کہا۔ یہاں تک

رات ہیں ببر کوگی ہے؟"

"عن... نہیں... تو؟"

"آب جاؤ؟" اس نے دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا

پھر ساجد سے بولا۔ اس کے کمرے تک جھوڑا گا؟"

ظاہرہ چپ چاپ اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔ اس میں

اس کے الادے کو قطعی دخل نہیں بھا۔ پتے نہیں کیوں کمال اس

کے ذہن پر اس بُبی طرح حاوی ہو گیا تھا۔

لٹکتے ہوئے کہا۔

"اہوں... بھولو... مجھے سونے دو؟"

"دہاں ایک صاحب تھا اور انتظار رہ رہے ہیں۔"

"کون ہے؟"

سلسل جمائیں جمائیں ہی سنائے ہی کا ایک بڑا معلوم ہو رہی تھی۔

حمارت کے کسی وفاد افادة جھٹے سے چمگا دڑوں کے چینے کی آواز

اکٹی اور ساتھ ہی پھر کریں نے کہا۔

"چلے جاؤ ہیاں سے... چلے جاؤ؟"

آواز زینوں کی طرف سے آئی تھی۔ کمال کی ٹارج روشن

ہو گئی۔ ساتھ ہی ظاہرہ کے منہ سے ایک بھی سی چیخ نکلی۔ دریاں

زینے پر ایک کھوپڑی رکھی ہوئی تھی۔

"کیا سخرہ ہے؟ کمال بڑا یا یہی گیارہوں زینے ہے؟"

"چلے جاؤ... ہیاں سے... چلے جاؤ؟ کھوپڑی سے آواز آئی۔"

ظاہرہ نے بڑی مضبوطی سے ساجد کا بازو پکڑ رکھا تھا۔

"میں وہیں آ رہا ہوں، فرزند؟ کمال نے کہا اور زینوں کی طرف

بڑھنے لگا۔

ظاہرہ نے بھی اختیار انداز میں کمال پر چلا گئی لگائی۔

"نہیں... نہیں... آپ پاگل بوجے ہیں؟"

"اوہ... اسے لے جاؤ۔ تم بھی جاؤ؟" کمال نے اسے ساجد

کی طرف دھکیتے ہوئے کہا۔" کہہ اندر سے بند رکھنا۔"

چھر ظاہرہ کو اچھی طرح یاد نہیں کر دہ کس طرح کمرے میں پہنچی

تھوڑی دیر بعد جب اس کے ہواں بجا بوئے تو اس نے خود کو

اکی کمرے میں پایا، جہاں سے کچھ دیر پہنچے اس نے دروازی آوازیں

ئی تھیں۔ ساجد سینے پر اتھ باندھ کر کے وسط میں خاموش

کھڑا تھا۔ ظاہرہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن الفاظ نہ ہے۔ اسے اپنا جسم آتا

ہلاک محسوس ہو رہا تھا جسے ہوا کا ایک معمولی ساجھونکا اسے اڑائے

جائے کیے کافی ہو گا۔

"تحاری حالت اچھی نہیں ہے۔ ساجد نے سنجیدگی سے کہا

ظاہرہ کھوپڑی بولی۔ اس وقت اس کا غدر خاک میں مل

گیا تھا۔ اس کا احساس تھا لیکن اس پر افسوس ہرگز نہیں

تھا۔ اس کی سیکھیت کی وجہ دنودھی نہ سمجھ سکی۔ حالانکہ وہ واقع

اس کے لیے بڑے تکلیف دہ ہوتے تھے جب اس کے غدر کھوپڑی

لگتی تھی۔

"تم نے... تم نے... کمال صاحب کو... روکا نہیں؟" وہ

انہیں بھی بوکھنے لگی۔

"ہاں۔ میں نے نہیں بولا کہ ساجد مسکرا کر بولا۔" میں نے سوچا،

اگر کمال صاحب دریاں سے بہت جائیں تو تم مجھ میں دل جپی

لینے پر مجید ہو جاؤ گی۔"

"کی چکر ہیں... میں کسی ایک چکر سے واقع نہیں ہیں۔"

کمال نے سنجیدگی سے کہا: "ہمارا مقصد تو معرف یہ دیکھاتے کرنا ہے کہ

ان بھوتوں کی تند تھی کسی ہے؟

"اگر خراب ہو تو... وزارتِ صحت... ساجد جو پورا نہیں

کر سکیں کہ وہ نہ جانے کیون، اچھل پر اتحاد پھر اس نے خفیہ ہو

کرنا۔ آپ لوگ میرا صمکھ کہا تاہے ہیں: ظاہرہ تنک کر بولی۔

"ہو سکتا ہے: کمال بولا: ہم اس وقت تک سخیہ فیض

ہو سکتے ہیں جب تک تم ہمیں بھی دیجی داستان نہ سنا دو جو کوئی

کو سنبھالنے والی تھیں جسے ایک دیکھنے کے لئے

"کیا آپ کیسے کہ سکتے ہیں؟" ظاہرہ نے مفعمل کا نہاد جو کوئی

پھر تاڈل کا ہے۔ کمال نے کافی کفرش کا جائزہ لیتے

لگا، فرش اڑا لو دھا لیکن ایک جگہ کافی پھیلا دیں تو دو کی تک پچھے

بگڑی بگڑی سی معلوم جوہی تھی۔ وہ سیدعا کھڑا ہو کر بھوڑی دیر

ٹک سوچتا رہا اور پھر اخیں باہر پڑنے کا اشارہ کر کے وہ بھی کرے

سے نکل گیا۔

اب وہ کمرے کو گھلائی بھوڑ کر دہاں سے واپس جائے تھے۔

تغل کمال کے ماٹھ میں مخابلہ خواب کا گھاٹھوں نے اس حالت

میں نہیں دیکھا جس میں جھوڑ کر گئے تھے۔ میرا میں پڑی تھیں

بستر اور ادھر پر سے ہوئے تھے۔ دوسرا سامان بھی روزی حالت

میں تھا۔

"کیا خیال ہے؟ کمال ظاہرہ کی طرف دیکھ کر مسکرا یا؟ کیا آپ

ہم لوگ ہیاں سے بھاگ جائیں؟" کیا آپ کہہ میرا دوں گی کہ آپ اسی وقت دوسرا

کروں میں منتقل ہو جائیے۔ میں اوندو رنیا ایک کمرے میں ہو جائیں

گے مگر... میں یہ مشورہ فضول ہے رہی ہوں... پتے نہیں، آپ

نے کس مقصد کے تحت اس جھتے کو رہا۔ اس کے لیے پسند کیا ہے:

"میں نہیں جانتی لیکن وہ ان دونوں میں سے نہیں ہے۔"

"ادھر... کہہ دو کہ میں سورہ ہی ہوں۔ طبیعت بھلک ہیں ہے؟"

"دہ بہت غصتے میں ہے؟"

"ادھر... کان نہ کھاؤ... کہہ دو۔"

"وہ بدتر نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کوئی دنیا نے کہا۔"

"اتی دیر میں طاہرہ اچھی طرح ہوش میں آگئی تھی۔"

"کون ہے؟ کیا چاہتا ہے؟

"میں نہیں جانتی... وہ تم سے ملا چاہتا ہے؟"

"کیا دھجے جانتا ہے؟ طاہرہ نے پوچھا۔"

"میں نہیں جانتی... کاموڑ بھی۔"

"اوہ... اچھا۔"

طاہرہ اٹھ کر عسل خانے میں آئی۔ مندرجہ پابندی کے حصیطہ دیتے

وقت اسے پچھلی رات کے واقعات یاد کئے اور وہ ان دونوں

کی خیریت درافت کرنے کے لیے بے چین ہو گئی۔ کمال جیسا

آدمی آج تک اس کی نظر والوں سے نہیں گزرا تھا۔

اوہ... اچھا۔

طاہرہ اٹھ کر عسل خانے میں آئی۔ مندرجہ پابندی کے حصیطہ دیتے

وقت اسے پچھلی رات کے واقعات یاد کئے اور وہ ان دونوں

کی خیریت درافت کرنے کے لیے بے چین ہو گئی۔ کمال جیسا

آدمی آج تک اس کی نظر والوں سے نہیں گزرا تھا۔

اوہ... اچھا۔

بوتلی تھی اور جسے کمال نے بعد میں اس طرح فرش پر پھینک دیا تھا

جیسے اس کی نظر والوں میں وہ بالقل بے حقیقت ہو۔... بھروسے

کے بعد کیا ہوا ہوگا؟... طاہرہ کا ذہن بھلکنے لگا اور وہ بے غیابی

میں اپنے چہرے پر پابندی کے حصیطہ مارکی رہی۔ اسے وقت کا احساس

نہیں رہا تھا۔ اگر کوئی نہ کرتی تو وہ نہ

جانے لکن دیر تک کھڑی اس شغل کو جاری رکھتی پھر کوئی نہیں ہے۔

کیا سوچی ہوئے؟

کیا مصیبت ہے؟ طاہرہ بھلکا گئی۔

"وہ نہ تاہے کہ اگر دیر ہو گئی تو میں وہیں آجائوں گا۔"

کون گدھا ہے۔ میں دیکھتی ہوں:

طاہرہ نے اسی بس پر شبِ خوابی کا لبادہ ڈال لیا اور

کوئی نہیں کے ساتھ دوسرا سفر کرے میں آئی۔ یہاں حقیقتاً ایک آدمی

اس کا منتظر تھا اور وہ اسے جانتی تھی۔ یہاں کا ایک مستقل

کرائے دار تھا لیکن طاہرہ نے اسے کبھی غصتے میں

ہیں دیکھا۔ یہ ادھیر عمر کا ایک صحت مند آدمی تھا۔ قویٰ مضبوط

تھے اور وہ اپنے قویٰ بازوؤں کی نمائش کا خاص طور پر شائق معلوم

ہوتا تھا کیوں کہ اب ایک سرد صبح ہونے کے باوجود بھی وہ

آدمی آستین کی قسم میں تھا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ اپ لوگوں کی پالیسی کیا ہے۔ اس

نے غصیل آوازیں کہا۔"

"کیوں؟ میں نہیں سمجھی کہ اپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ہے طاہرہ

تیرت سے بولی۔"

"آخر نواب صاحب اس جھتے کو کرانے پر کیوں اٹھا دیتے

ہیں جب کہ اپنی معلوم ہے کہ ایک نہیں کہیں کیس ہو گئے ہیں؟"

"آپ کو اس سے کیا نقصان پہنچا ہے؟ ہے طاہرہ کاموڑ بھی

خراب ہو گیا۔"

"راتوں کی نیند حرام ہو گئی ہے۔ بولاہوں مکافن کی قلت کا،

قدرت پر عمارت رہنے کے قابل نہیں؟"

"آخر ہو گا کیا ہے؟"

"میرے ساتھ چلے تو دکھاؤں۔ جب بھی اس جھتے میں کوئی

کرائے دار آتا ہے۔ میری شامت آجاتی ہے۔ میرا سب کچھ تباہ ہو

گیا۔ ایک چیز بھی اپنی اصلی حالت میں نہیں ہے۔ صرف دیکھ کرہے جس میں سوتا ہوں؟"

"میں سمجھی نہیں؟"

"میرے ساتھ چلے تو دکھاؤں۔ میں دکھاؤں۔ کبی فے ساری جیزیں

چل کر کھو دی ہیں۔ کسیاں اور میزیں ملک چھوڑ ہو گئیں ہیں؟"

"ادھر... تو اسی صورت میں آپ کو کہہ چھوڑ دیں چاہیے۔...

کبیں اور انتظام کر لیں؟"

"کہاں... جیشم میں؟ وہ غرایا؟ آپ ہی کوئی اور جگہ دلادیجی

دوسرے مکان حاصل کر لینا ایسا آسان ہے۔ دیکھیے میں کھلے الفاظوں

میں کہہ رہا ہوں کہ اگر وہ جھٹکہ آج ہی مغلل نہ کر دیا گی تو محدث کو

آگے بڑھا دوں گا؟"

"پہنچی... میں آپ کا مطلب نہیں سمجھیں؟"

"میں پولیس کو اس کی اطلاع دوں گا۔ جب وہ جھٹکہ

مخدوش ہے تو اسے کرانے پر کیوں اٹھایا جانا ہے۔ اخبارات میں

مقامی حکام سے سوال کروں گا کہ وہ اسے ہمیشہ کے لیے کیوں بند

شیں کرایتے۔ آج سے چھ ماہ قبل ایک واردات ڈی۔ ایس۔ پی۔

سی کی آنکھوں کے سامنے ہوئی تھی۔ آخر اسی وقت وہ جھٹکہ

سرکاری طور پر کیوں نہیں مغلل کرایا گی تھا۔ اور پھر وہ دونوں

کرانے دار مجھے اچھے نہیں معلوم ہوتے؟"

"میں آپ سے استدعا کروں گی کہ ایسا فرزد کیجیے میں خود

بھی ہی چاہتی ہوں کہ اس جھتے کو سرکاری طور پر مغلل کرایا جائے۔

میں دھیرتے۔ ان میں سوچی ہوئی تھیں اور خشک بھی کے بڑے بڑے  
مکروں بھی شامل تھے۔ زیادہ تر سے جائزہ لینے پر جانوں کی میانی،  
سینگ اور پھر پڑھنے پڑھنے جو تھے بھی نظر آرہے تھے۔

کوئی نہیں دیکھ رہی تھا۔ وہ ان کے ساتھ اندر نہیں آیا تھا۔

طاہرہ کھوم پھر کر کرے کی تباہ حال دیکھ رہی تھی۔ اچانک وہ  
چھتے چلتے نکل گئی اور جگک کر فرش سے کوئی جیزی اٹھا کی پھر جانوں کی  
طریقہ دھر دھر دیکھ کر اپنے بلا فذ کے گریبان میں رکھی۔ کوئی نہیں  
نے ہیرت سے اُس کی لفڑ دیکھا اور طاہرہ نے اپنی بائیں آنکھ بدل دی۔

چھوڑ دوں والی سے اُس کے مکرے میں چل آئیں جیسا کہ اسے دار بیٹھا  
صحیح کا خذل دیکھ رہا تھا۔

"مگر یہ سب ہوا کیسے؟ مجھے حیرت ہے: طاہرہ نے کہا۔

"میں کہتا ہوں کہ جب بھی کوئی اس مخصوص جھتے میں مقامی بھوپا ہے  
میرا کچھ نہ کہ نقصان فرزد ہوا ہے۔"

"آپ دوسرا کمرے میں سوتے تھے، یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ

اس کمرے میں کوئی نہیں تھا۔"

"جی، نہیں دیکھ کریں تھا؟ اُس نے بگھتے لہجے میں کہا۔

میں مقامی حکام سے فرزد فریاد کر دیا گا اور آپ شام کے اخبارات  
میں بہت کچھ دیکھیں گی۔ میرا اتنا نقصان نہ ہوا ہے۔ سینکڑوں روپے  
کافر خبر برپا ہو گئیا۔

"آپ کو اس سے کوئی بھی نہیں بُک سکتا؟ طاہرہ فرمی سے  
ذلیل ہیقیناً آپ کا بہت نقصان نہ ہے۔"

"میں کہتا ہوں۔ وہ جھٹکہ کرانے پر اٹھایا کی کیوں جاتا ہے؟

"دیکھیے۔ یہ ہمارا قطعی نبی معاملہ ہے۔ ہم کسی سے دخواست  
کرنے نہیں جاتے تو وہ ہمارا کرائی دار ہے۔ آپ ہر وقت کمرے خال  
رکھتے ہیں۔"

"چھوڑ ہی فرمونیت والی بات؟ کرائی دار جھلکا تھا۔ اچھی بات  
ہے۔ میں دیکھ کریں گا۔"

وہ دونوں والی سے چلی آئیں۔ کوئی نہیں تھا اس کے متعلق

لٹک گیا۔ چھوڑنی چاہیے لیکن طاہرہ نے اسے جھٹکہ کرانے پر  
سوچ رہی تھی۔

"اچھا تم نے والی سے کیا اٹھایا تھا؟ کوئی نہیں تھا۔

"جھوٹ کی نکتوں ہے۔ طاہرہ نے اسے جھٹکہ کرانے پر سنبھالی گئی تھی۔

"مجھے قوایم سے بھی خوف معلوم ہوتے تھے۔

"میں تھیں بھی میشو۔ دوں میں کوئی کو دا پس جاؤ۔"

"اوہ تمہرے سینی روکو گی۔ آخڑ کبھی۔ کیا دافعی وہ آدمی کمال تھا۔

"وہ دونوں ہیں کون؟"

"میں نہیں جانتی؛"

"مگر چوکیدار تو کہہ رہا تھا کہ وہ پچھلی رات کو یہاں آئے تھے؟"

"آپ قطعی غیر ضروری باتیں کر رہے ہیں ہیں ہے طاہرہ جھلکا تھی۔

"اچھی بات ہے۔ اب میں کچھ نہیں کہوں گا؛ اس نے کہا اور

اٹھ کر کرے چلا گیا۔

"کیا ہے کیا ہے کوئی نہیں کہا۔ کوئی نہیں کہا۔

"کیا معاملہ ہے۔ کوئی خاص بات ہے تو کوئی نہیں کہا۔

"بہت خاص... لیکن میں الجھن میں ہوں۔ وہ دونوں

میرے یہ متقل دیکھ رہا ہے۔

"کیا کہاں ہے کہ میرے ساتھ ہے؟

&lt;p

دہن پر...

"پھر کو اس شروع کردی تم نے..."

"پھر مجھے بتاؤ ناگر تم بیان کیوں لڑ کنا چاہتی ہو۔ دہاں سے تم

نے کیا اٹھایا تھا؟"

"میں یہ معلوم کیے بغیر نہیں جاسکتی کہ وہ دو قلوں کوں ہیں الہ

بیان کیوں آئے ہیں؟"

کوڑنیا خاموش ہو گئی۔ طاہرہ عمدت کے مغربی حصے کی

طرف جاہی تھی۔

"کیا وہیں جاہی ہو؟ کوڑنیا نے پوچھا۔

"ہاں..."

"تب تم تہاہی جاذ۔ مجھے زبانے کیوں اس سے خوف معلوم

ہوتا ہے؟"

"کب سے؟

"کمال سے... لیکن وہ دوسرا آدمی... ساجد... وہ کافی

دلچسپ ہے؟

کوڑنیا اس کے ساتھ نہیں گئی۔ مغرب رُخ والے برآمدے

کے قریب پہنچتے ہی طاہرہ کو اٹھیں کی آوازِ ستائی دی۔ نشست کے

کمرے کے دروانے کھلے ہوئے تھے۔ اُسے ساجد نظر آنے

سرید سمور کی ٹوپی تھی اور جسم پر تہبیت کے لاماؤں کا سازہ دنگ کا

رسٹمی باداہ... وہ آٹھیں بند کیے جمجمہ جھوم کر وہیں بجارتھا۔ طاہرہ

بے تکلف اندر چلی گئی۔ کمال موجود نہیں تھا۔ ساجد نے شاید اُس کی

آہٹ نہیں سنی تھی۔ وہ بدستورِ نہمیں بند کیے فائیں بجا تارہا... طاہرہ نے زور سے میر پہاڑھا کر فاؤ نہیں بین اُس سے

"آہا... آہا...!" وہ شود مجانے کے سے انداز میں بواہی تان

سین کے تعلق مشہور ہے کہ اُس کے گیت پر ساز خود من اٹھتے تھے

اور جب میں ساز بجا تاہوں تو زمین پہنچتی ہے اور اُس میں سے حوتیں

اُبلینے لئتی ہیں؟"

"کمال صاحب کہاں میں ہے؟ طاہرہ نے اس کی بکواس پڑھان

نہ دے کر پوچھا۔

"کمال صاحب... ساجد نے ایک طویل سانس لی اور

خاموش ہو گیا۔

"کمال ہیں؟ طاہرہ نے پوچھا۔

"میں نے پچھلی رات اُخیں ذبح کر دیا اور اس وقت وہیں

بخارا ہوں۔ بیٹھو تھیں گیت سماں، جوتاں میں..."

"کمال صاحب؟ طاہرہ نے پکارا۔

اور ساجد و اٹھیں پر بجانے لگا۔ آواز دے کہا ہے۔ دُنیا بیڑا جوں ہے:

طاہرہ آگے بڑھی۔ وہ دوسرے کمرے کی طرف جاہی تھی۔

"بھریے... ساجد و اٹھیں ایک طرف رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اس

وقت کسی سے نہیں مل سکتے۔ آپ کیا چاہتی ہیں؟"

طاہرہ جملائے ہوئے انداز میں پٹ پڑی یہ میں یہ چاہتی ہوں

کہ آپ لوگ جلد سے جلد یہ عمارت خالی کر دیں۔ سمجھے، دنہ بات

بہت بڑھ جائے گی۔"

"ہم تم میں ماہ کا کرایہ ادا کر چکے ہیں؟" ساجد بولا۔

"رقم واپس کر دی جائے گی۔"

"ہم تم میں ماہ گزارے بغیر بہاں سے نہیں جا سکتے۔ ساجد نے

ٹشک لہجے میں کہا۔

"اچھا تو پھر پولیس آپ سے جواب طلب کرے گی۔"

کیا بات ہے محترمہ طاہرہ؟ وہ کمال کی آواز سُن کر مژری۔ کمال

درعاڑے میں کھڑا ہیرت سے پلیس جھپکا رہا تھا۔

"آپ لوگ جو گچھے بھی کر رہے ہیں، قانون اُسے نظر انداز نہیں

کر سکتا۔" کیا آپ پچھلی رات کے بارے میں گفتلو کر رہی ہیں؟

"نہیں... طاہرہ اپنے بلاڈر کے گریبان میں ہاتھ دالتی

ہوئی بولی۔ کیا یہ فاؤ نہیں میں آپ کا نہیں ہے؟ اس نے گریبان

سے ایک فاؤ نہیں پین نکال کر اسے دکھایا۔

"دیکھوں...!" اُس نے ہاتھ بڑھا کر فاؤ نہیں بین اُس سے

لے لیا۔ اُسے الٹ پٹ کر دیکھتا رہا پھر اُس کے پھرے پر نظر جا کر

بولتا ہاں... یہ میرا ہی ہے۔ آپ کے پاس کیسے پہنچا؟

"تو اس کا مطلب ہے کہ پچھلی رات ساگر صاحب کے کمرے

میں نہیں سمجھا۔"

طاہرہ نے اُسے بتایا کہ وہ قلم اُسے کہاں اونکن حالات میں

ملا تھا۔ کمال پوری بات سُن کر مسکرا یا۔

"اوڑ تھیں یقین ہے کہ اس کمرے میں میں نے ہی توڑ پھوڑ جائی

ہو گی۔" پھر قلم دہاں کیسے پہنچا۔ ساگر اس کی اطلاع پولیس کو دینے

جا رہے ہیں:

"میں نے پچھلی رات اُخیں ذبح کر دیا اور اس وقت وہیں

بخارا ہوں۔ بیٹھو تھیں گیت سماں، جوتاں میں..."

"کمال صاحب؟ طاہرہ نے پکارا۔

جس پر روحوں کا سایہ ہو۔ رو سیں جو دفینے کے لیے قربانیاں مانگتی ہوں؟

"اوہ... پھر کیا مقصود ہے؟ طاہرہ بے ساختہ بولی۔

"مقصد ابھی بتاچکا ہوں۔ اس کے علاوہ اور کوئی مقصود نہیں

ہے۔ کمال نے سکارہ کر رہا تھا مفترے بوجے ہے کہا۔

"اچھا تو پھر وہ کھوپڑی... طاہرہ نے کہا۔ وہ غیر ارادی طور پر

بے تکلف بوجی جاہی تھی۔

"اوہ... بعض بچوں کا کھیل یہ کمال نے سنبھیگی کے لیے کہا۔ اس

کے اندر مائیکروفن کا ایک چھوٹا سا ہارن فٹ تھا اور تاروں کا ایک

سلسلہ اور پری منزل پر چلا گیا تھا لیکن میں ان کے دوسرے ہر سے تک

نہیں بہت سکا کہوں کر مجھے اوپر آتے دیکھ کر انہوں نے تار کاٹ دیے

اور اپنے ساز و سامان سمیت غائب ہو گئے۔

طاہرہ اپنے خٹک ہوئوں پر زبان پھیرنے لگی لیکن کچھ بولی

نہیں تھی۔

"اب ایسی صورت میں میں کیا سمجھوں؟ کمال نے کہا۔ دفینے

پر قفل کرنے والی رو سیں یا... تم کیا سوچتے ہیں۔

"میں ابھی تک یقین اور شبیہ کی نکاشی میں مبتلا ہوں..."

روایت یہی ہے کہ بیان ایک دفینے ہے اور اس پر روحوں کا سایہ

ہے لیکن اب... اب..."

"آب تم یہ سوچنے لگی ہو کہ پھر انہوں کا یا مطلب ہے؟

"یقیناً؟

"کیا اس دفینے کے علاوہ بھی تھیں کہی دوسرا داستان کا

علم ہے؟

"نہیں۔ اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتی۔ یہ کوئی دراصل

بخارے مورث اعلاء کو جائیں میں میں تھیں جانتی ہیں۔ اس وقت اتنی بڑی اور

عظم انسان نہیں تھی بیان دراصل کسی فرقے کی عبادت گاہ تھی۔

غدر کے زمانے میں اس فرقے کے افراد نے بیان بہت سے انگرزوں

کو قید کر رکھا تھا اور ان کے مذہبی پیشوائے کافی لوٹ مار کی تھی اور

لوٹ کا بہت سامال بیان انکھاں کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ مقامی راجہ کو

اُس نے قتل کر کے اس نئی بے شمار دولت پر قبضہ کر دیا تھا اور ساری

دولت یہیں کہی مقام پر چھپا دی گئی تھی۔ ایک روایت یہ ہے کہ وہ

لوگ دراصل تھگ تھے، بہرہاں ہماں مورث اعلاء کی مدد سے انگرزوی

فوج بیان سپنچی اور بیان کافی کشت و خون بہوا۔ کہا جاتا ہے کہ ان

لوگوں کا نہ ہبی پیشوائی میں قتل کر دیا گیا تھا لیکن مقامی راجہ کا

خزانہ کسی کو بھی نہ مل سکا۔ خود یہی ہے ہی خاندان کے کئی افراد اس چکر میں

موت کا شکار ہو گئے۔ میرے والد..."

محبود پر حمل کیا تھا۔ محترمہ طاہرہ کو ایک گوریلان نظر آیا تھا اور مجھے ان

ساری ہر کوتولی کی ذمے دار۔ محترمہ طاہرہ و معلوم ہوتی ہیں؟

طاہرہ کچھ نہ بولی۔ وہ ناجواب بہرگئی تھی۔

وہ کچھ دیر تک فاموں رہی پھر اس نے کہا۔ آپ اس کھوپڑی

کو اٹھا لائے تھے۔

"ہاں... وہ تھارے سامنے ہی کی بات ہے۔ بیٹھ جاؤ۔"

ایک بیٹھ رکھنے کے متعلق طاہرہ: ساجد نے پھر ایک طویل سانس

لی اور کمال اُس سے گھومنے لگا۔ اُس نے اپنے شانوں کو بنیش دے کر

وہ تھارے سامنے ہی سانس لگاتا شروع کر دیا۔

"بند کرو، ورنہ میں اسے تھارے سے سر پر بھوڑوں گا۔" کمال خدا

انگریزی لی اور بارہ چل گیا۔

"یہ عجیب آدمی ہے۔ مجھے ڈے کے کچھ غصے میں افسوس مارنا

بیٹھوں۔" طاہرہ نے کہا۔

"ایسے موقع پر غصہ ضبط کرنا۔ کمال مسکرا ڈے۔ وہ بہت شریہ ہے

بیٹھا جاؤ۔" طاہرہ کے متعلق کھنکھنیں پیش کر رہے ہیں۔

"کیا آپ کیا کہا گیا؟" طاہرہ کے متعلق کھنکھنیں پیش کر رہے ہیں۔

"کیا آپ کیا کہا گیا؟" طاہرہ کے متعلق کھنکھنیں پیش کر رہے ہیں۔

"کیا آپ کیا کہا گیا؟" طاہرہ کے متعلق کھنکھنیں پیش کر رہے ہیں۔

"کیا آپ کیا کہا گیا؟" طاہرہ کے متعلق کھنکھنیں پیش کر رہے ہیں۔

"کیا آپ کیا کہا گیا؟" طاہرہ کے م

ظاہرہ خاموش ہو گئی۔  
کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر کمال نے کہا یہ داستان بھی میرے  
بیٹھنی پڑیں:

"پھر آپ اور کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"چھ ماہ پہلے جو واقعہ ہیش آیا تھا، اس کی تفصیل؟"

"اس کی بھی مت ہی اُسے پہاں لائی تھی۔ وہ بھارا منجر ہوا۔

حکومت نے کسی مقصد کے لیے کوئی کائنات پر حاصل کرنے کی پیش کش

کی تھی۔ ہماری طرف سے بھی ہمدرد ہیش کیا گیا۔ اس پر منجر فری کہا کہ وہ

گیارہ تاریخ کو گارہ بجاتے خواں کا جال سا بچا ہوا ہے۔

اس کا بھی بھی خیال تھا کہ ان واقعات میں کسی آدمی ہی کا ماحصل ہے۔

مگر وہ لوگ اتنی جلدی غائب کیاں ہو جاتے ہیں:

"شاید تم یقین نہ کرو" کمال نے بچا ہوا سکار سکا کر کہا: "اس

مارت کے نیچے سرگون اور تہ خواں کا جال سا بچا ہوا ہے"

ظاہرہ کا منزہ حیرت سے کھل گیا۔

"اُس نے شہر کے بعض حکام کو مددوں کیا اور ان کے سامنے زندہ پر پڑھنے

باتی ہے کہ وہ صد بامال پرانی ہیں اور کچھ بالکل نئی معلوم ہوتی ہیں۔

اس عمارت کا شاید ہی کوئی کمرہ ایسا ہو۔ جس میں ترخانہ نہ ہو۔ رات میں

نے تھارے کرے کی بھی سیری ہے اس کے فرش میں ایک پوشیدہ کسی

غیر مریٰ قوت نے اُسے اچھا دیا ہو۔ وہ سڑکے بل گرا تھا۔ ظاہرہ بے جو

حالت ہوئی ہو گی۔ گیارہواں زینہ کافی بلندی پر ہے۔ بہرحال وہ بیچارا

اپنا بیان دینے کے لیے زندہ نہیں کہہ رہا ہوں" کمال نے کہا۔

"اچھا آپ نے میرے کمرے میں کیا دیکھا؟"

"تم اور کوئی لینا درکار نہیں ایک بھرپور سوئی تھیں"

"اوہ... آپ نے کسی لذکر سے سنا ہو گا۔" ظاہرہ پر پڑھنے لگی۔

"اچھا۔ آج رات دیکھ لینا کافی نہ سمجھی گی سے کہا۔

ظاہرہ پھر خاموش ہو گئی۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا۔

"لیکن مقصد... آپ کہتے ہیں کہ دنیوں والی داستان فضول ہے

آپ نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ یہ انسانوں ہی کی حرکتیں ہیں پھر... مقصد

... آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ گیارہ تاریخ... گیارہ لمحے رات...

گیارہواں زینہ... یہ سب کی بلماہیں۔ ہر راہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہ بچے

رات یہاں نہ جانے کیا ہوتا ہے۔ بارہوں کی صبح کو زینیوں پر خون ملتا

ہے۔ خصوصاً گیارہوں زینے پر تو ایک انج جگہ بھی ایسی نہیں ملتی جہاں

خون نہ ہو۔ گیارہوں زینے سے اوپر کے زینے بے داش ہوتے ہیں۔ ان

پرخون کا بلکا سادھہ بھی نہیں نظر آتا۔ رات بھروسہ غل غپا رہ رہتا ہے

کہ کان پڑی اور نہیں سستائی دیتی۔ جھلاکیں میں ہوتے ہے کہ وہ اُس

وقت یہاں داخل ہو سکے یہ

"میں وہ رات یہیں گزاروں گا۔" کمال نے ملکرا کہا۔

"آپ پتہ نہیں کس میں سے بنے ہیں" ظاہرہ بولی۔

"ملتا نہیں سے" ساجد نے برآمد سے باہم لگائی۔ "چکے

ظاہرہ خاموش ہو گئی۔

پھر قوڑی دیر بعد اُس نے کہا: "آپ کا تجھہ ہے ثابت کتنا

ہے کہ چند نامعلوم ادمیوں ہی کی حرکت ہے۔ یہ میکن گیارہواں زینہ یا آخر

وہ گرا کیسے ہو گا۔ کیا گیارہواں زینے کے نیچے اپر نگ پوشیدہ ہے؟

"قطیعی نہیں" کمال بولا۔ اس سلسلے میں بھی میں اپنا اطمینان

کر چکا ہوں۔ اپر نگ کا امکان نہیں ہے میکن تم اس روشنی کو کیوں

نظر انداز کیسے دے رہی ہو جا چانک اور غیر موقع طور پر نظر آئی تھی۔ کیا

اس کے اچانک ظاہرہ ہونے پر تم اچھل نہ پڑی ہو گئی؟"

"مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ میں بے تھا شاہ اچھل پڑی تھی۔ وہ لذتی

آنی تیز تھی کہنے کی پڑیں میکس لیمپ ایسے ہی نظر آنے لئے تھے جیسے

خود اُن کے سامنے کوئی تھا سایا بے وقت ہو جائے۔

"اچھا آپ اس آدمی کے متعلق سوچو جو زینوں پر پڑھ رہا تھا۔

وہ لاکھ دیسی یہیں لیکن غیر موقع طور پر ظاہرہ ہونے والی روشنی نے اُس

کے پر فرور اکھڑ دیے ہوں گے اور پھر ہو سکتا ہے کہ روشنی کے ساتھ ہی

ساتھ اُسے اوپر کچھ اور بھی نظر آیا ہو۔ گیارہوں کیا نہیں ہی زینے سے اور

کے دریچے صاف دکھائی دینے لگتے ہیں۔ فرض کرو، اُسے دہان کوئی گوریلا

نے ایک نئی تجویز پیش کی۔ اُس نے اُس سے کہا وہ بھی ساگر کے بہرہ  
پولیس اشیش جانتے اور کسی طرح کمال کا فاؤنڈین ہیں شناخت  
کر لے۔ ظاہرہ اس عجیب دغیری تجویز پر بھجن میں پڑھی اور کمال اُسے  
اور زیادہ پُرسار از معلوم بردنے لگا۔ لیکن اُس نے اُس کی تخفی کر دی۔  
اس نے کہا کہ وہ اس طرح ساگر کا اعتماد حاصل کر کے گئی اور اگر تعاقب  
کے وعداں میں ساگر کی نظر اس پر پڑھی گئی تو اسے محض اتفاق سمجھ گا۔  
اس طرح وہ شہر سے بالا تر ہو جائے گی۔ ظاہرہ مطہش قہر گئی ترکی

بے نام سی خلش اُس کے ذہن میں اُب بھی باتی تھی۔ اُب بھی وہ اس  
بات کا فیصلہ نہیں کر سکی تھی کہ کمال کو دوست سمجھ یاد نہیں۔  
بہرحال، وہ کمال کی تجویز کوڑہن نہیں کر لیتے کے بعد اپنے

کے کی طرف روانہ ہو گئی لیکن یہاں نیا شکوہ کھلا دیکھا۔ کوئی نیلا اپنے

معکوس خود رہتے ہے۔ کمال نے بات اڑا دی۔ "اہ... مجھے تھاری

سماں کے ساتھ ایک پُردیبل گرامفون بھی لائی تھی تھی جس پر اس وقت

سیقی کا ایک ریکارڈ بچ رہا تھا اور کوئی نیا ساجد کے ساتھ رہا بارچ

بھی تھی۔ ساجد اپنے اسی مضمون کی خیز لباس میں تھا یعنی سمور کی سفید

ٹوپی اور زور رنگ کے بادے میں۔

ظاہرہ کو بڑی یہتہ تھی۔ اُس کی دلست میں ابھی تک دو نوں

دُور دُور ہی رہے تھے اور حقیقت بھی یہی تھی۔ ظاہرہ کو دیکھتے ہی کوئی نہیں

اچھل کر الگ ہٹ گئی لیکن ساجد آنکھیں بند کیے ہوئے بدستور ناپڑتے

رہا اور اس انداز میں جیسے کوئی نیا اُب بھی اُس کے بازوؤں میں ہو۔

وہ ناچتا رہا۔ ظاہرہ بے تھارہ پڑتی رہی۔ کوئی بھی ہنس رہی تھی۔

لیکن اُس کی نیسی میں نہامت بھی شامل تھی۔

"اوه... کیا آپ جادو گر ہیں؟" ظاہرہ نے حیرت سے کہا۔

میں بھوٹ نہیں ہوں" ظاہرہ کی آنکھوں سے یہتہ جانکئے گئے۔

"ہاں ساگر... آج اُس کی نقل و حرکت پر نظر رکھو۔

ظاہرہ کی سوچ میں پڑھی۔

"تم سوچ رہی ہو گئی کہ میں نے تم پر اتنی جلدی اعتماد کیے کہا۔

کمال نے کہا۔

"اوہ... کیا آپ جادو گر ہیں؟" ظاہرہ نے حیرت سے کہا۔

میں نے یہ بھی سوچ رہی تھی اور یہ بھی سوچ رہی تھی کہ میں آپ پر اعتماد

کروں یا نہ کروں؟

"میں تھیں کیا نقصان پہنچا سکتا ہوں تھے کمال نے سنبھیگی

سے پوچھا یہ کی تھارے ساتھ کسی قسم کی سازش کا امکان ہے؟

"میں اسی کوئی بات نہیں"

"چھر..."

"چھر کچھ نہیں... میرے لیے یہ ایک نیا تجربہ ہو گا۔ میں اس کا

تعاقب کروں گی۔ آخر اسی کے کمرے پر بھتوں کا حملہ کیوں ہو گا اور

وہاں آپ کے قلم کی موہر گدگی کا کیا مطلب تھا؟

"اسی لیے میں کہتا ہوں کہ تم بہت ذہن ہوں"

ظاہرہ کچھ نہیں بڑھی۔

کمال سر جھکائے کچھ سوچ رہا تھا۔ اُس کی پیشانی پر شکنیں

اُبھری ہوئی تھیں اور ظاہرہ اسے عجیب انداز سے دیکھ رہی تھی پھر کمال

کے کہرے ہیں۔ لہذا کھوڑ پڑی الٹ گئی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اگر تو یہ

پولیس اشیش جانتے اور کسی طرح کمال کا فاؤنڈین ہیں پھر قوں سے

کہلے۔ ظاہرہ اس عجیب دغیری تجویز پر بھجن میں پڑھی اور کمال اُسے

اور زیادہ پُرسار از معلوم بردنے لگا۔ لیکن اُس نے اُس کی تخفی کر دی۔

کے بعد اپنے اس کی تھارے کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے

کے بعد اپنے اس کے بعد اپنے اس کے

ساختہ قیام کرے گا۔ تقریباً گیرہ بجھ کرنیلیا سوئی... طاہرہ نے پھر سیاہ پتوں اور سیاہ جیکٹ پہنی۔ باہر بھیل ہوئی تاریکی نے اُسے اپنے سینے میں چھپا لیا۔ اُس کا دل دھڑک رہا تھا اور وہ اس ملاقات کے علاوہ اور کبی تیزی کے متعلق نہیں سوچ رہی تھی حتیٰ کہ ملاقات کا مقصد بھی اُس کے ذہن میں نہیں تھا۔ وہ اندر ہیرے میں آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ اس عمارت سے متعلق دراویٰ بائیں بھی اُسے یاد نہیں آئیں۔ برآمدے میں پہنچ کر اُس نے دروازے پر بلی سی درستک دی لیکن اندر سے جواب نہیں طاہرہ کرے میں بھی تاریکی تھی۔ اُس نے دروازے پر ہاتھ پھیرا رہا۔ وہ باہر سے مقابلہ نہیں تھا۔ دوسرا دروازہ دوڑوں پر چاہ کر بھی اُس کے مقابلہ نہیں تھا۔ اُس کے مقابلہ دوڑوں کی بھی اُس نے اطمینان کر لیا کہ وہ دوڑوں اندر ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ کوئی بھی دروازہ مقابلہ نہیں تھا۔ اُس نے ایک ایک کر کے سارے دروازوں پر درستک دی لیکن اندر بستور نہ تھا۔ اپنے کروں سے یہاں تک آنے میں ذرہ برابر بھی خوف نہیں محسوس ہوا تھا لیکن اُس کے پیروں کا پھر اسیں اشیں جاتا پڑا۔ سب انپکڑنے پہلے ہی سے روپرٹ تیار کر دیکھی تھی۔ انھیں صرف اسی پر مستخط بنانے پڑے۔

”مکمل دیکھی“: ”اُس کا جو دل چاہے،“ آپ کا جو دل چاہے، لکھ دیجیے۔ مستخط میں کروں گا۔“ ”اچھا تو آپ ادھے گھنٹے بعد میں سے روانہ ہو گئے گا۔“ سب انپکڑنے کا، پھر طاہرہ سے لو لا۔ اور آپ بطور گواہ اپنا ایک بیان دیجیے گا۔ تیری کردھمکی آپ کی موجودگی میں دیکھی تھی۔

”آں... اں... ضرور“: طاہرہ نے بے دل سے کہا لیکن وہ سمجھ ساگر نے اپنے چہرے کے چینز کمال کے خلاف نہ ہو۔ سب انپکڑ کے چلے جانے کے بعد اُس نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کمال تک پہنچ سکے لیکن کامیاب نہ ہوئی۔ اب اُسے ساگر کی شنسیت بھی بڑی پراسار معلوم ہونے لگی تھی۔ اُس نے محسوس کیا تھا کہ ساگر ان دونوں سے کچھ اسی قسم کی پرخاش رکھتا تھا جیسے عمارت کے بھوٹ وہی ہوں۔ ادھے گھنٹے کے بعد اُسے پھر ساگر کے ساتھ پولیس اشیں جاتا پڑا۔ سب انپکڑنے پہلے ہی سے روپرٹ تیار کر دیکھی تھی۔ اُس کے مقابلہ نہیں تھا۔ اُس کے مقابلہ نہیں تھا۔ اُس کے مقابلہ نہیں تھا۔

”کیسے میں آدمی ہو؟ ساگر نے پوچھا۔“ اپنے جراس دھمکی کے سلسلے میں شہادت فرمائیں: ”ساگر جلدی سوچتا ہا پھر بولا۔“ میں متیا کروں گا۔“ ”جتنی جلدی ہو سکے، اتنا ہی اچھا ہے۔“ سب انپکڑ کے پولیس اشیں سے باہر کر ساگر نے طاہرہ سے استدعا کر دیکھ دیتے ہیں۔ وہ تو غبہ میں بھی ہوئی گھاس کی بوٹھی جاں کے پھولوں میں سی ہوئی ضفقلینیں لیں ہوئے ہیں۔ آہنگ ہو کر ذہن پر ایک بجیک سا اثر ڈال رہی تھی۔ اُس نے جیکٹ اور پتوں اور کروپن اُن تینوں آدمیوں کی پہنچ اور آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے سنتے ہوئے نزد پھر کوٹھوں نے لگی۔ اُسے اپنے عورت پر پڑی کوفت محسوس ہو رہی تھی۔ ان دو دیگر سے پہلے بھی اس کے دہم میں بھی یہ بات نہ ہو گئی کہ وہ کو متعدد ہو گئے، کلبیوں اور عمارتوں کے سامنے کارروائی پڑی تھی۔

بہر حال سارا دن گزر گیا اور طاہرہ کمال کی ہدایت کے مطابق چھپ کر سکر کا تعاقب نہ کر سکی۔

چھرات ہو گئی۔ اور ساگر کی منتظر تھیں وہ کمال تک پہنچنے کے لیے بڑی طرح پہنچتا تھی اور اس بات کی منتظر تھی کہ کبی طرح کو زندگی سی خلانظر آئی۔ طاہرہ نے پھر بے تحاشہ ایک چھلانگ لگائی اور دروازے کے قریب گا کیوں کہ وہ میاں تھا ہی نہیں۔ برٹشام ہی وہ یہ کہہ کر چلا گیا مھنگا جب تک حالات درست نہ ہو گائیں گے، وہ اپنے ایک عزیز کے

”مگر تم نے تو بھی اُس سے کہا۔۔۔ تھا۔۔۔“ ”وہ کچھ نہیں۔ اُسے بھول جاؤ۔ وہ بھی ایک چال تھی۔ بیدوں نے جانے کوں ہیں مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔“ ”لامبیں! لفظ خوف... اور تمہاری زبان سے۔ میں کیا ہے ربی بول؟“ ”میں بھی انسان ہی ہوں۔“ طاہرہ نے بے پرواہی سے کہا۔

”تمہاری مرضی ساجد لاپرواہی کے اظہار میں اپنے شافعی کو جبش دے کر بولا۔“ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا یہ تو تم محسوس ہی کہ رہی ہو گی کہ وہ یہ سچتی ایک طور پر اپنی بائیں مسوالیتی ہیں۔ تم خوشی سے اپنا سرمند واٹگی۔ ان کا فلسفہ اتنی مضبوطی سے تمہارے ذہن میں جڑیں پکڑے گا کہ تم محیر ہو جاؤ۔ میں اب تک چالیں عدد حسین ترین رُڑکیوں کا حشر دیکھ چکا ہوں۔ وہ اب بھی سرمند واتی ہیں اور خوش ہیں... اچھا... مٹا... میرے باب کا کیا جاتا ہے:“

”دوڑ خاموشی سے ایک دسری کی طرف دیکھتی رہیں پھر انھوں نے بے ساختہ منشائشوں کر دیا۔“ ”ذرا سوچ تو...“ ”کوئی لیے کہا۔“ تمہارا سرائدے کے چھلکے کی طرح صاف ہے اور کالز میں آؤزے ہجھوں رہے ہیں۔ ہجھوں پر لپ اسٹک ہے اور نیلی آنکھیں... مٹے۔“ ”تم بتاؤ کیسی... یہ ذرا سی دیر میں آئی تھکنی کیسی؟“ طاہرہ نے اس کے بال پر کچھ جھوڑتے ہوئے کہا۔

”ارد... چھوڑو...“ کوئی ایک طرف لمحکتی ہوئی بولی۔“ ”باتی ہوں؟“ ”چلو ساڈنہ بکس اٹھاؤ“ طاہرہ نے اسے گراموفون کی طرف دھکیتے ہوئے کہا۔

”میں کیا بتاؤں طاہرہ؟“ کوئی لیکارڈ سے ساڈنہ بکس اٹھا کر ٹین ٹیبل کو روکتی ہوئی بولی۔ میں خود نہیں سمجھ سکتی کہ یہ سب لچک کیسے ہو گیا۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں اس طرح بے تکلف ہو جاتا ہے جیسے برسوں پر بڑی ملاقات ہو۔ میں تو کہ از کہہ بھی محسوس کرنے لگی تھی۔ صرف پندرہ منٹ میں اس نے مجھے رقص کرنے پر آمادہ کر لیا۔ اب مجھے خود المجن ہو رہی ہے۔“

”یہ دوڑوں ہی عجیب میں“ طاہرہ آہستہ سے بولی۔ ”کیوں؟ کوئی خاص بات؟“ ”کچھ نہیں۔ میں بھی ساگر کے ساتھ پولیس اشیں جاولیں گی۔“ ”میں نے غصیدے لمحے میں کہا۔“ میں ان حضرت کو دیکھوں گا۔ دی۔ ایس۔ پی صاحب کے باب بھی جمک ماریں گے۔ ساگر صاحب! اب آپ ایک روپرٹ اور درج کر دیجیے کہ اُس نے پولیس کی کارروائی کے بعد آپ کو جان سے مار دیتے کی





طرح اس مصیبت سے بچتا پڑتا۔ وہ اپنی حالت سنجا لے رکھتے کے لیے انہماں جو جو جد کر رہی تھی۔ وہ حقیقتاً کمال اور صاحب کے مقابل پچھے بھی نہیں جاتی تھی اسے بتائی کیا۔ بہر حال وہ انہیں دونوں کی بدولت اس نامعلوم دبال میں پھنسی تھی اور آب وہ اپنے ایڈ پرخ کے شوق کو دبای ہی دبال میں صلوٰتیں پسند کر رہی تھی۔

”یوں نہیں جتاب: دعاۓ اپنے کے قریب کھڑے ہوئے اُذیں میں سے ایک نے کہا: صرف ایک چٹا ٹک فتنی... عقل ٹکانے آجائے گی؟“

”مجہدا کوئی نہ کوئی اذیت دنی، ہی پڑے گی: ساگر طاہرہ کے چہرے پر نظر جائے ہو گئے بولا۔

”میں کچھ نہیں جاتی ساگر صاحب: طاہرہ گلگولی۔“

”ز جانتی ہوں: ساگر نے بے پرداں سے کہا: غیرِ اپنی معلومات میں احتفاظ کرو۔ دینا کے مقابلے عجائب انجیں تھیں تھاری نظروں سے نگزے ہوں گے۔ تم ایک ذہن لڑکی ہو: اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تھاری جزیں تائیں میں احتفاظ ہو۔ کیا تم آدم خود چھپوں کے متعلق علم رکھتی ہو؟“

طاہرہ پچھے نہیں بولی۔

ساگر نے تھوڑی دیر بھر پر کہا: تم نہیں جانتیں لیکن میں تھیں دھکائیں گے۔ اختر... خلیجہ ناؤ۔

اختر پڑا گیا... ساگر کے ہوتے توں پر مٹکا بہت سرخ تھا۔

”مکھیاں مار کر شارکرتے ہیں:“ ساگر نے قہقہے لگایا پھر نہ ایجے میں بولتا: اب تم سچ بولو یا چھوٹ۔ میرے پچھے ہے آج رات جھوکے نہیں رہیں گے اور اختر تم کب تک اس طرح زین پر پڑے رہو گے۔“

اختر پاٹھیک کر اپنے ہاتھا کر مائیکل نہ جانے کہ اس طرح اس کے اوپر گرا اور دوں کی چیخیں تھے میں گونج کر رہ گئیں... ساگر جھلک کر پڑا یکن اس کے منشے سے بھی ایک تیغہ آمیز آواز نکلی اور طاہرہ کی تھیں تو پہلے ہی چھپل گئی تھیں... دعاۓ میں کمال ہڑا، اپنی گھوڑے پاگلوں کی طرح ساگر پر پڑ پڑی... پھر فائر ہوا اور گولی اس کے دل نہیں بازو اور پیسوں کے دمیان سے نکل گئی۔ طاہرہ کو دراصل ہوش نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ کمال نے پھر ساگر پر چھلانگ لگائی اور طاہرہ پر ٹوپی کے ڈھلنے پر جا پڑی۔ اس نے ساگر کو کمرے سے بھاگتے دیکھا، لیکن کمال اس کے پیچے جاگیں میں نہیں کہا۔ اس کے دل نہیں ریا الود تھا۔

”میں یہ پوچھنے کے لیے آیا ہوں ساگر صاحب...“ اس نے سمجھی گی سے کہا: کہ آپ یہ ڈھانچے کس حساب سے فروخت کریں گے؟ یہ اتنے ہیں یا کچھ اشک کی دوسرے کو دام میں بھی ہے؟“

”تم میاں سے نیچ کر نہیں جائیں: ساگر غریبا۔“

”ہشت کیا بوس ہے تم نے کسی کو دیکھا ہے؟“

”جی نہیں، آہیں نہیں ہیں“

”وہم ہے... جا... خلیجہ ناؤ... وہ بہت دل سے جھوکے ہیں اور بھر آج انہیں زندہ گوشت ملے گا... جاؤ:“

”سارگر صاحب! خدا کے لیے... طاہرہ گلگولی۔“

”مجھے خدا سے کوئی دل چسی نہیں ہے۔ ویسے وہ پڑھے آج مدرس خدا کا مشکرا دا کریں گے:“

”اختر... دبال میں داخل ہو چکا تھا اس کے ہاتھ میں نو ہے کی ایک موٹی سی سان تھی۔ پہلے اختر ہی مانستے پڑا اور اسے دوسرے ہی لمحے میں پنا سر پر کر کر ڈھیر ہو جاتا پڑا۔“

”جناب... جناب...“ وہ بُری طرح بانپ رہا تھا۔ میں نے

کسی کو دیکھا ہے؟“

”مزرو دیکھا ہو گا: ساگر تنخ انہا میں مٹکایا۔ اختر، میں تھیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم چاہتے ہو کہ یہ توکی صرف آج کی رات ہی نک جائے؟“

”جناب! یقین کیجیے؟“

”مائیکل تم جاؤ: ساگر کا بھر بہت سرخ تھا۔“

”ٹھہریے... طاہرہ اپنا کاپٹا ہمچاہا تھا کہ بدقت بولی۔“

”میں بتاتی ہوں: چچا جان نے ان دوں کو چھپا ہے۔ دفینہ تلاش کرنے کے لیے... میں نے چچا جان سے وعدہ کیا تھا کہ انہیں اس کام میں مدد و مول گی، وہ دوں ڈاکو ہیں۔ ڈاکوں کی تجویز آن توڑتے ہیں۔ نقب لگاتے ہیں:“

”مکھیاں مار کر شارکرتے ہیں:“ ساگر نے قہقہے لگایا پھر نہ ایجے میں بولتا: اب تم سچ بولو یا چھوٹ۔ میرے پچھے ہے آج رات جھوکے نہیں رہیں گے اور اختر تم کب تک اس طرح زین پر پڑے رہو گے۔“

”اختر پاٹھیک کر اپنے ہاتھا کر مائیکل نہ جانے کہ اس طرح اس کے اوپر گرا اور دوں کی چیخیں تھے میں گونج کر رہ گئیں...“

ساگر جھلک کر پڑا یکن اس کے منشے سے بھی ایک تیغہ آمیز آواز نکلی اور

طاہرہ کی تھیں تو پہلے ہی چھپل گئی تھیں... دعاۓ میں کمال ہڑا

اس کی گھوڑہ پاگلوں کی طرح ساگر پر پڑ پڑی... پھر فائر ہوا اور

گولی اس کے دل نہیں بازو اور پیسوں کے دمیان سے نکل گئی۔ طاہرہ

کو دراصل ہوش نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ کمال نے پھر ساگر پر

چھلانگ لگائی اور طاہرہ پر ٹوپی کے ڈھلنے پر جا پڑی۔ اس نے

ساگر کو کمرے سے بھاگتے دیکھا، لیکن کمال اس کے پیچے جانے کی بجائے

مائیکل پر جھپٹا جو ساگر کو زین پر گرانے ہوئے اس کا گلا چھوٹ

رہا تھا... دوسرے ہی لمحے میں طاہرہ نے اسے کمال کی گرفت میں

دیکھا وہ اسے اپنے ترے اونچا اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ دیکھے

اس کی بھرپری یقیناً بڑی حریرت انگریز تھی۔ اس نے طاہرہ کو

اپنے آگے کر کے بازوؤں میں جکڑ دیا تھا اور کمال کے ریوال کا رُخ

طاہرہ کے سینے کی طرف تھا لیکن اب طاہرہ کو نہ جانے کیوں اس کی

بھی دیکھتے اس نے اسے فضائی بلند کر کے سامنے والی دیوار پر شروع کر دیے۔ آخر... مائیکل کے حلق سے ایک ہی جیخ نکل سکی۔ ہرگز کوئی بھی ڈھیوں کے ڈھانچوں پر بدلے جائے آخری جیخ رہی ہے۔ طاہرہ اب بھی ڈھیوں کے ڈھانچوں پر بدلے جائے اس کے سامنے والی دیوار پر شروع کر دیے۔ اس کے سامنے والی دیوار پر کوئی بھی ڈھیوں کے ڈھانچوں اور تیزی سے دھڑکتے ہوئے دل کے علاوہ اور کچھ بھی نہ ہو۔ کمال نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا۔“

”وہ... وہ بھل گیا: طاہرہ بدقت تمام بولی۔“

”بآہر نہیں بھل سکتا... میں نے ساری راہیں پہنچے ہی مدد و کردار ہیں ہیں مگر یوں اور اس کے پاس ہے:“

”قریب ہی ساجد کھڑا ہاپ رہا تھا۔“

”آپ کے ترے سے خون بہرہ رہا ہے؟“ اس نے کہا۔

”محترمہ طاہرہ کی مہربانی ہے؟“ وہ مسکرا یا۔“

”ویکھیے... وہ... غلطی...“ طاہرہ اس سے تریادہ اور کچھ نہ کہہ سکے سکی۔ نہ جانے کیوں اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا طوفان اُمّہ آیا اور وہ چھوٹ کر رونے لگی۔

”انہیں سنبھالو: کمال نے ساجد سے کہا اور کمرے سے بھل گیا۔“

”میں تھیں کہ اس طرح سنبھالوں:“ ساجد طاہرہ کے قریب جا کر بولا مگر وہ بدستور واقعی رہی۔“

”آب ایسی صورت میں ہی بھی رونا شروع کر دوں تو کیسی ہے؟“ ساجد نے کہا۔

طاہرہ اب بھی کچھ نہ کہی۔ بس وہ دوئے بار ہی تھی اور اس کی سمجھیں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیوں رو رہی ہے۔ اس نے کئی بار اپنا نچلا ہونٹ دانچوں میں دبکر خاموش ہونے کی کوشش کی، لیکن وہ ناکامیاں رہی۔

”کیا یہ بھنا بھی ایڈ و بھریں شامل ہے؟“ ساجد بول کر بولا۔“

”مجھے افسوس ہے... مجھے افسوس ہے:“ طاہرہ بدقت تمام بولی۔“

اور ساجد اچھل پڑا۔ اس کی وجہ شاید فاٹکی آواز تھی سے طاہرہ نے بھی سنا تھا۔ وہ ہیرت انگریز طور خاموش ہو گئی۔ بائبل اسی طرح جیسے کہی کار میں پورے بریک لگ گئے ہوں... ساجد دعاۓ اپنے کی طرف جھپٹا۔ طاہرہ بھی اس کے پیچے جاگیں میں نہیں کہا۔ اس کے پر ہر سارے پر ہنچ کر ساجد دک گیا۔ طاہرہ بھی سوچنے لگی کہ آواز کوئی سے آئی تھی۔

”اس طرح آگے بڑھا بھی ٹھیک نہیں ہے:“ ساجد بڑھ رہا۔“

”وہ وقت پاگل ہو رہا ہے اور اس کے ہاتھ میں ریوال ہے:“

”کمال صاحب تہنا ہیں“ طاہرہ نے چھپی چھپی آواز میں کہا۔  
”اُس کی پروادہ کرو۔ تہنا ہیں اُن کے احتیاطتیں تیری سے  
چلتے ہیں۔“

”میں مطمئن نہیں ہوں۔“

”آہ..“ ساجد حبلائے ہوئے ہجے میں بولا۔ ”تھیں میری فلر  
کیوں نہیں ہے۔ کمال صاحب میں کون سے تھا خاب کے پر لئے  
ہوئے ہیں؟“

”آپ ایسی حالت میں بھی اپنی شرارتول سے باز نہیں آئے  
ہیں“ طاہرہ نے تھیڑا آواز میں کہا۔

”لیکن اس کے باوجود بھی آج تک میری شادی نہیں ہو سکی۔“  
ساجد ٹھنڈی سالنسی لے کر بولا۔

”اوٹھیک آسی وقت انہیں قدموں کی آواز کی جو داہی  
طرف کی سرنگ سے آبرہی تھی۔“  
”کون ہے؟“ طاہرہ نے سرگوشی کی۔

”چلنے کا انداز تو اپنے تیس ماہاں ہی بھیساں“ ساجد بولا اور  
پھر کمال رذشی میں اگلہ

”وہ بخل گیا“ اُس نے کہا۔ ”لیکن اب میری دسترس سے باہر  
نہیں ہے۔ تم طاہرہ کو اُن کے کمرے میں لے جاؤ اور ہمیں میرا انتظار کرو۔“  
”میری کارنے جانے کیا ہوگی؟“ طاہرہ بڑی ایسا

”میں تمہاری کارہی پر واپس آؤں گا۔ جاؤ!“

طاہرہ ساجد کے ساتھ چلتی رہی۔ اسے وقت کامبھی اساس  
نہیں رکھا تھا۔ اسے اچھی طرح یاد نہیں کرو کیسے اپنے کمرے میں  
ہیچھی۔ ساجد نے چور دروازہ ٹھکلا ہی رہنے دیا تھا۔

کوئی نہیں موجود نہیں تھی اور کمرہ باہر سے مغلل مقفل تھا۔ طاہرہ نے  
دیوار سے لگی ٹھری کی طرف دیکھا۔ گارہ بچ رہے تھے۔

”وہ یقیناً میری تلاش میں کئی ہو گی“ طاہرہ نے کہا۔

”وہ رہباہت اچھا نہیں ہے۔“ ساجد بولا۔ ”کیا تم بھی ناج  
سکتے ہوئے؟“

”ساجد صاحب پتہ نہیں آپ دونوں کس قسم کے آدمی ہیں؟“  
”ہم دونوں پھان قسم کے آدمی ہیں۔ کمال صاحب نسل  
افریدی ہیں اور میں... میری نسل کا پتہ آج تک نہیں چل سکا۔ ویسے  
خاکش جا رہی ہے۔“

”میچھے ان حادثات کے متعلق بتائے۔“  
”اگر یہ حادثات ہیں تو مجھے ان پر چھپنے کیا کیوں نہیں  
تو ابھی تک پانچ کھینچا رہا ہوں، لیکن اگر تم کمال صاحب سے“

گیا اور ساجد نے طاہرہ سے کہا: ”ابھی تو اچھی بھلی تھیں۔“

”تم لوگ مجھے پاگل بنادو گے“ طاہرہ نے چھپی چھپی سی آوازیں  
کہا اور دوسرا کمرے میں آکر دروازہ بند کر لیا۔ وہ دونوں دوسری طرف  
سے دروازہ ہی پیٹھے رہ گئے۔ طاہرہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر آدم

گریسی ہیں گرگی۔ اُس پر سچ چغ غشی سی طاسی ہوتی جا رہی تھی۔ دوسری  
صح اسے کوئی نیایا سے معلوم ہوا کہ کمال پچھلی لات اور ساجد کو اپنے ہمراہ  
لے گیا تھا۔ اس کے بعد سے دونوں کا کوئی پتہ نہیں اور کوئی کی کیا اونٹ  
پولیس والوں سے بھری ہوئی ہے۔ طاہرہ بوجھلا کر باہر نکل گئی۔ حقیقتاً

کیا اونٹ میں چاروں طرف پولیس ہی پولیس نظر آ رہی تھی۔ طاہرہ عمارت  
کے مغربی جانب کی طرف چل بڑی سیکن دہاں متlay پہرہ تھا۔ اُسے  
پر آمدے میں بھی نہیں جانے دیا گیا۔ اُس نے ایک کاشتبل سے کہا۔

”میں کمال صاحب سے ملا چاہتی ہوں۔“  
”یہاں کوئی کمال وال نہیں ہے۔“  
”کل تو تھے؟“

”میں نہیں جانتا۔ اور ہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔“  
طاہرہ چپ چاپ پٹ آئی اور دین بھر خاموشی سے سب کچھ  
دیکھتی رہی۔ کمال اور ساجد کا کہیں پتہ نہ تھا۔ گیراج سے ان کی کارہی غائب  
تھی لیکن خود طاہرہ کی کار بوجو دھکی۔ اسے اپنی کار کے اسٹینگ میں کافی  
کا ایک ٹکڑا بندھا نظر آیا۔ طاہرہ نے مضطربانہ انداز میں اسے کھینچ کر کھوں  
والا۔ اسی میں اسی کو مخاطب کر کے کمال نے لکھا تھا۔

”ان واقعات سے متعلق اپنی زبان ہمیشہ بند  
رکھنا میں تھلا شکر گزار ہوں۔ تم بہت دیر تر کی  
ہو۔ بہت جلد تم سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو تھے  
ہے پھر میں تھیں سب کچھ بتا دوں گا۔“  
طاہرہ نے اس تحریر کو کئی بار پڑھنے کے بعد کافی تکڑا بلا فز  
کے گریبان میں رکھ لیا۔ تین دن بک طاہرہ دہاں مقیم رہ کر پولیس کی  
کارروائیاں دیکھتی رہی لیکن دہاں پولیس کی موجودگی کی وجہ کیسی کو  
میں اس سے ملے تھے۔ اس کے ذہن پر اب بھی بہتیں کے ٹھانے مسلط تھے اور  
وہ سوچ رہی تھی کہ اگر کمال اور سلحد دہاں نہ پہنچتے تو اس کا کیا حشر  
ہوتا۔ آدم خور چوپے... وہ کافی تھی۔

گراموفون کی موسيقی کرے میں کوئی رہی تھی۔ کوئی نیایا اور ساجد ناج  
رہتے تھے پھر طاہرہ کو مایکل یا دیا چے کے کمال نے دیوار پر وے مارا تھا۔ وہ  
سوچنے لگی کہ وہ تو قیتاً مگر یہ ہو گا۔ ختر کے سر پر ساجد نے سلان مارنی  
تھی اور ادب اتنے اٹھیاں سے ناج رہتے ہیے سچ مجھ دھا بھی سکے  
نیک پانچ ہی کھینچا رہا ہے۔ موسيقی کے ساتھ ہی ساتھ کوئی نیایا کے پیٹے  
ہوئے تھے جی کرے میں کوئی رہتے تھے۔

”میں بند کرو یہ طاہرہ بھجندا کر جیتی۔ اسے اس ناوس بوردا تھا  
جیسے اس پر ہمیشہ یا قسم کی ڈرامونگ سے عشق تھا لیکن اج اس کی کار  
کی رفتار بہت کم تھی۔ اچانک ایک تر زفار کار باری سے نکلی اور کوئی  
گیلی سی چیز اس کے کال سے نکلا کر گود میں آ رہی۔ یہ کیسے کا چکلا تھا۔“

”وہ ناچتے ناچتے نکل گئے۔ ریکارڈ سے ساؤنڈ بکس انھادیا  
بینج تھا تھا۔“

یک بیک اس کا دل خوشی سے ناق اٹھا۔ دوسری کا داگے جا کر زک گئی  
تھی۔ طاہرہ نے رفتار بڑھائی اور چشم زدن میں اس کے برا برہ پیش کی۔  
اسٹینگ کے سامنے ساجد بیٹھا ہوا اپنا گال بھگوارہ تھا اور کمال پچھلی  
نشست پڑھا۔ طاہرہ سے نظر میتھی تھی وہ عجیب انداز سے مُسکایا ہے  
وہ سب کاروں سے نیچے اتر آئے۔

”میں تھا راشکر گزار ہوں کرم نے کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔“  
کمال نے کہا۔ ”اُدھر درخت کے نیچے آجائو!“

”وہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے جا بیٹھے۔ ساب سخاوش تھا۔  
اُس کا تذکرہ کسی سے کبھی مت کرنا۔“ کمال نے اپنا وزینگ کا  
کارڈ نکال کر طاہرہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور دفعتاً طاہرہ کی  
آنکھیں ہیرت سے بھیل گئیں۔ کارڈ پر تحریر پڑھا۔ ”کرنل فریدی!“

”آپ... آپ...“

”اُاں میں ایک بار پڑھا راشکر یاد کرتا ہوں۔ تم نے ہماری  
بہت مدد کی ہے۔“

طاہرہ کو سکتہ سا ہو گیا تھا۔ وہ اس وقت ملک گئے ایک بہت  
بڑے آدمی سے ہمکلام تھی وہ جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا۔

”میرے وزینگ کا داگہ بڑی چھپ کر نہیں آئے۔“ ساجد بُرا سا  
مُسٹن بنا کر بولا۔ ”ورنہ تم میری شخصیت سے بھی واقع ہو جاتیں۔ لوگ  
مجھے کیسپن حیدر کے نام سے یاد کرتے ہیں اور بھلا دیتے ہیں۔“

طاہرہ خاوش ہی رہی۔ اس کی سمجھی میں نہیں آ رہا تھا۔  
اُسے کیا کہتا چاہے۔

”سارگز فتار ہو گیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ درندوں اور  
فرشوں کا گزوہ تھا۔ اُن کے آباد جہادوں نے تھے مگر غالباً ان ھٹکوں  
سے مختلف جو کمال دیوی کے پُجاريوں میں سے تھے اور اسے اس اسافل

## بڑے لوگوں کی رائے

ایک مذہب ناگزیر سا نوجوان یہ رہ آدمیوں پر بھی نہیں تھا۔  
یہیں بہت دیرینگ کے نہیں کی تینکن دیکھتا۔ بعد  
میں اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے تباہ کر دیا۔ وہ دھوڑو  
سر اٹھے کامباہرے۔ اس روز سے جو دکھ دکھ کر اسے سمجھنے  
کا شوق جا گا۔ کتاب والا کتاب آسان کروانے کا  
فن جو ڈوڈی مدد سے میں شفیق سیکھ رہا ہوں اور  
کامیاب ہوں۔ صفحہ حبیدر

پڑھو تو وہ کہیں گے کہ میں لوڈ و کھیل رہا تھا۔ بس طاہرہ صاحبہ اس  
سے زیادہ میں کمی کچھ نہیں جانتا۔“

”وہ بہتیوں کے ڈھانچے کیے تھے؟“  
”گھوٹ پرانے تھے اور کچھ نہیں۔ دیے ہئے کام کا ایک بھی نہیں تھا۔“

”میں تھک گیا ہوں طاہرہ صاحبہ د ساجد کمچھ اور کہتے کہتے  
وکی یا پھر آہستہ سے بولا؟“ شاید ادھر کوئی آ رہا ہے۔ اچھا میں چلا۔

”ممکن ہے، کوئی نہیں ہو۔ میں دروازے کی طرف واپس آؤں گا اور اس  
وقت مجھے گرماں کا فیکا ایک کپ در کار رہو گا۔ کوئی نیایا سے ان  
واقعات کا تذکرہ مت کرنا۔“ کسی سے بھی نہیں سمجھیں۔“

”ساجد پور دروازے سے اُرگا اور دیوار پر بہر ہو گئی۔ سماخت  
ہی کسی نے باہر کے قفل میں لگبھی ہماٹی۔ آنے والی کو خیلی بھی تھی۔“

”طاہرہ کو کمرے میں دیکھ کر اُس کے مشے سے ہلکی سی جیخ شکل۔ وہ سچ  
عجیز ہی تھی نیک طور پر ایک عزیز کے گھر چلی گئی تھی۔“ طاہرہ  
دروازہ اندر سے بند کرنا بھجوں گئی تھی وہ ھٹکا جو اسکا لہذا اسے اندر  
پہنچنے میں دشواری نہیں ہوئی۔“

”تم ساگر صاحب کے ساتھ گئی تھیں ہے کوئی نیایا نے پوچھا۔  
”ہاں پھر اس کے بعد اپنے ایک عزیز کے گھر چلی گئی تھی۔“ طاہرہ  
نے بات ختم کر دی۔

”خود ہی دیر ساجد واپس آگیا۔ اس وعدہ ان میں طاہرہ نے  
کافی کے لیے ہیٹر پر پانی رکھ دیا۔ اس کے آنے ہی نیا ہنگامہ شروع ہو  
گی۔ اُس نے کوئی نیایا کو پھر سبانت پنچ پر آمادہ کر لیا۔ طاہرہ کو جھن ہو  
رہی تھی۔ اس کے ذہن پر اب بھی بہتیوں کے ڈھانچے مسلط تھے اور  
وہ سوچ رہی تھی کہ اگر کمال اور سلحد دہاں نہ پہنچتے تو اس کا کیا حشر  
ہوتا۔ آدم خور چوپے... وہ کافی تھی۔“

”کاریوں کی کوئی رہتی رہی۔ اسے وقت کامبھی اساس  
نہیں رکھا تھا۔ اسے اچھی طرح یاد نہیں کرو کیسے اپنے کمرے میں  
ہیچھی۔ ساجد نے چور دروازہ ٹھکلا ہی رہنے دیا تھا۔  
کوئی نہیں موجود نہیں تھی اور کمرہ باہر سے مغلل مقفل تھا۔ طاہرہ نے  
دیوار سے لگی ٹھری کی طرف دیکھا۔ گارہ بچ رہے تھے۔“

”وہ یقیناً میری تلاش میں کئی ہو گی“ طاہرہ نے کہا۔  
”وہ رہباہت اچھا نہیں ہے۔“ ساجد بولا۔ ”کیا تم بھی ناج  
سکتے ہوئے؟“

”ساجد صاحب پتہ نہیں آپ دونوں کس قسم کے آدمی ہیں؟“  
”ہم دونوں پھان قسم کے آدمی ہیں۔ کمال صاحب نسل  
افریدی ہیں اور میں... میری نسل کا پتہ آج تک نہیں چل سکا۔ ویسے  
خاکش جا رہی ہے۔“

”میچھے ان حادثات کے متعلق بتائے۔“  
”اگر یہ حادثات ہیں تو مجھے ان پر چھپنے کیا کیوں نہیں کیا۔  
تو ابھی تک پانچ کھینچا رہا ہوں، لیکن اگر تم کمال صاحب سے“

”میچھے ان حادثات کے متعلق بتائے۔“  
”اگر یہ حادثات ہیں تو مجھے ان پر چھپنے کیا کیوں نہیں کیا۔  
تو ابھی تک پانچ کھینچا رہا ہوں، لیکن اگر تم کمال صاحب سے“

”میچھے ان حادثات کے متعلق بتائے۔“  
”اگر یہ حادثات ہیں تو مجھے ان پر چھپنے کیا کیوں نہیں کیا۔  
تو ابھی تک پانچ کھینچا رہا ہوں، لیکن اگر تم کمال صاحب سے“

”میچھے ان حادثات کے متعلق بتائے۔“  
”اگر یہ حادثات ہیں تو مجھے ان پر چھپنے کیا کیوں نہیں کیا۔  
تو ابھی تک پانچ کھینچا رہا ہوں، لیکن اگر تم کمال صاحب سے“

”میچھے ان حادثات کے متعلق بتائے۔“  
”اگر یہ حادثات ہیں تو مجھے ان پر چھپنے کیا کیوں نہیں کیا۔  
تو ابھی تک پانچ کھینچا رہا ہوں، لیکن اگر تم کمال صاحب سے“

نہیں اور ہاتھا کر کیا کہنا چاہتی ہے آخر اس نے بھرائی ہوئی آواز میں  
کہا: "آپ مطمئن سہیے۔ میرے گھروالوں کو بھی اس کا علم نہ ہونے  
پائے گا۔"

"شکریہ، فریدی بولا!" اور میں ایک بار پھر اس کا اعتراف کر دیں  
گا کہ تم عام عورتوں سے بہت مختلف ہو۔ بہت دلیر لیکن ساختہ ہی  
یقینیت بھی کروں گا کہ آپنے اُنھیں سیدھے ایڈوچر سے احتراز کرنا۔  
اکثر تم آنکھیں بند کر کے بہت آگے بڑھ جاتی ہو۔"

ظاہرہ کچھ نہ بولی۔ نہ جانے کیوں وہ سوچ رہی تھی کہ فریدی  
کو اس کے علاوہ بھی اور کچھ کہنا چاہیے میکن اس نے اور کچھ نہیں  
کہا پھر دونوں بہت ہی مخلصانہ انداز میں مصافحہ کر کے رخصت  
ہو گئے۔

ظاہرہ کے ذہن پر کئی دنوں تک اُداسی چھانی رہی... وہ  
اکثر بے خیالی میں بُر بُر اُنے لگتی۔ کمال کاش تم... سچ مجھ کمال ہوتے  
ایک گنام شخصیت... ایک معمولی آدمی...:

چھر خود ہی کہتی ہے کیا بگو اس ہے... میں... کیا بک رہی ہوں  
وہ کبی ناول کا پلاٹ نہیں تھا۔ کسی فلم کی کہانی نہیں تھی جس میں میں  
نے ہیر و ٹن کا روں ادا کیا ہو۔

لیکن وہ بے نام تھی اُداسی ہر وقت اُس کے ذہن پر چھانی  
رہتی۔ وہ زبردستی ہنسنے کی کوشش کرتی... بے تحاشہ قہقہے لگاتی  
... لیکن اس کے بعد اس کا دل اور زیادہ ڈوبنے لگتا۔

کی بھینٹ دیا کرتے تھے ان لوگوں کا دیوتا کا لیے مختلف ہے۔ کم  
از کم اپنے یہاں کی ضمیمات سے تو اس کا کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔  
ٹھیک گیا رہوں ذینے کے نیچے والے تہ خانے میں اُس کا بُت شکستہ  
حالت میں موجود ہے۔ یہ لوگ وہاں ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو انسانی  
قربانی دیا کرتے تھے۔ اس عمارت کی تاریخ یہی بتاتی ہے کہ وہ خدر  
سے پہلے ان ٹھیکوں کی عبادت گاہ تھی۔ ان کی نسلیں آج تک وہاں  
عبادت کرتی رہی ہیں اور ان کا طریقہ کارہ بھی مختا جو تم دیکھ اور سُن  
چکلی ہو۔ دوسروں کو یہ باعث کرنے کی کوشش کی جاتی تھی کہ وہ حضرت  
آسمیب زده ہے۔ لہذا لوگ اُس سے دُور ہی دُور رہتے تھے۔ بہرحال  
یہ مذہب پوشیدہ طور پر اب تک زندہ رہا۔ اس کے ماتھے والوں کا  
خیال ہے کہ اگر وہ دیوتا کو انسان کی بھینٹ نہ دیں گے تو مغلس ہو  
جائیں گے۔ ان کے نام ہندوؤں، مسلمانوں، سیکھوں اور عیسائیوں کے  
سے ہیں لیکن حقیقتاً ان مذاہب سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ان کا دیوتا  
دولت کا دیوتا ہے۔ دولت اس کی رحمت ہے جو ان پر نازل ہوتی  
ہے اور وہ اُسے خوش کرنے کے لیے اُس پر اپنے ہی جسے انسانوں کو  
قربان کر دیتے ہیں۔ ساگر ان کا مذہبی پیشوای ہے۔ تھیں معلوم ہے کہ  
وہ لینڈ کشم کا انسکڑھ تھا لیکن اُس سے زیادہ دولت مند شاید ہی ان  
اڑاٹ میں اور کوئی نہ کل سکے۔ اس کا دیوتا رشتہ کی شکل میں اس پر  
اپنی رحمتیں نازل کرتا رہا۔ وہ لکھ پتی آدمی ہے اب تک تقریباً ڈیڑھ  
سو افراد گرفتار ہو چکے ہیں لیکن ان میں ایک بھی نفلس نہیں بلکہ...

انھیں انسانی خون کے عوض دولت ملی ہے۔

نقوٹی دیر کے لیے سکوت ہو گیا پھر ظاہرہ بولی: "لیکن آپ  
اس واقعے کو چھپانا کیوں چاہتے ہیں؟"

"مصلحت ڈفیدی نے آہستہ سے کہا: "تم جانتی ہو کہ یہ خبر  
اُگ کی طرح ساری دنیا میں پھیل جائے گی اور ہم مذہب ممالک کے  
ہمانے سر اٹھانے کے قابل نہ رہ جائیں گے۔ تم خود سوچو، کتنی بُری  
بات ہے؟"

"ہے تو..."

تم نے ہڈیوں کے ڈھانپنے دیکھے تھے۔ ایسے ہی سینکڑوں  
ڈھانپنے دوسرے تہ خانوں میں پڑے ہیں۔ یہ سب انہی آڈیوں  
کے ڈھانپنے ہیں جو اب تک اُس خونی دیوتا پر قربان کیے جاتے ہے  
ہیں۔ ان کم بختوں کے پاس سے کئی طرح کی بلا میں برآمد ہوئی ہیں۔  
گوشت خور چوہے، خون ناک بن مانس۔ مُردہ خور بجو مگر حیرت ہے  
کہ یہ لوگ اب تک بچے رہے۔"

ظاہرہ خاموش رہی۔ وہ کچھ نہیں کہنا چاہتی تھی مگر سمجھ میں

